لکل قوم عید وھذا عیدُنا

ہر قوم کے لئے عید ہے اور یہ ہماری عید ہے

لیلۃ الجائزہ اور عید الفطر

مؤلف

مفتی محمد سجاد حسین القاسمی

نام کتاب	:	لیلۃ الجائزہ اور عید الفطر
مؤلف	:	مفتی محمد سجاد حسین القاسمی نان پوری مقیم بنگلور کرناٹک
پہلی اشاعت	:	۲۰۲۴ء
تعداد	:	۱۰۰۰
قیمت	:	۲۰ روپئے
سلسلہ مطبوعات	:	باہتمام: مکتبہ سعدین یاسین نگر بنگلور

Lailatuljaiza Aur Eidul Fitr

by:

Mufti Md Sajjad Hussain Qasmi

Address
Yasen Nagar,Hbr Layout
Bangaluru,Karnataka
Indid-Pon : 560043
Mob: 9448606806

عیدالفطر کی حقیقت

عید الفطر کی لفظی تحقیق : ''عیدالفطر''لفظ''عید'' بمعنی''خوشی''اور ''فطر'' بمعنی''افطار یعنی کھانے پینے''،دوعربی لفظوں سے مرکب یعنی جڑ کر بنا ہوا ایک ترکیب اضافی یعنی مرکب اضافی جملۂ ناقصہ ہے۔ناقصہ کا مطلب نامکمل معنی والا جملہ ہے۔اس لئے اس کی وضاحت کی ضرورت پڑتی ہے۔عربی گرامر (قواعد) کی روشنی میں''عید''مضاف کہلاتا ہے۔مضاف معنی''جڑا ہوا /لنک لگا ہوا'' کے ہے۔اسی طرح''فطر'' مضالف الیہ'' کہلاتا ہے۔مضاف کا معنی تو سمجھ ہی گئے۔''الیہ'' کا معنی''،''اس کی طرف'' کے ہے۔اب''مضاف الیہ'' کا مکمل معنی''جس کی طرف جوڑا گیا ہے'' کے ہے۔پس''فطر''وہ لفظ ہے،جس کی طرف پہلا لفظ''عید''جوڑا گیا ہے۔

اس طرح کے ہر وہ جملہ،جس کا پہلا جملہ اپنے بعد والے جملہ سے جڑا ہوا ہو اور دوسرے لفظ کے ساتھ جوڑا گیا ہو''مرکب اضافی ناقص'' کہلاتا ہے۔ ہر مرکب ناقص جملہ کی تشریح کی ضرورت پڑتی ہے۔اسی لئے اس کی گہرائی کی تحقیق وتشریح کر کے خطیب حضرات بیان کر کے عوام کو سمجھاتے ہیں۔

''عیدالفطر'' جملہ اضافیہ ناقصہ کے اندر لفظ''فطر'' میں جو''ال''لگا ہوا ہے۔ وہ الگ سے لگایا گیا ہے۔اس کی وجہ عربی گرامر میں مخصوص کرنا ہے۔یعنی''الف'' مرکب اضافی جملہ کے مضاف الیہ لفظ پر اِس کے پہلے جملہ سے جڑ کر پہلے جملہ کے ساتھ خاص ہو کر خاص معنی بتانے کے لئے لگایا جاتا ہے۔یعنی قاعدہ یہ ہے کہ'' مضاف''اور'' مضاف الیہ'' جملہ میں'' مضاف الیہ'' لفظ پر ''الف لام'' لگانا ہر حال میں ضروری ہے۔ورنہ عربی قاعدہ (گرامر) کے اعتبار سے وہ غلط

ہو جائے گا۔ پورے قرآن مجید میں، اس طرح کے جملوں میں آپ کو مضاف الیہ پر ''ال'' لگا ہوا نظر آئے گا۔

اب ایک قاعدہ اس جملہ کا اور سمجھئے کہ ''مرکب اضافی'' جملہ کے ''مضاف الیہ'' لفظ کے نیچے ہمیشہ ''زیر'' ہی ہوتا ہے۔ جس کا معنیٰ '' کا، کے، کی،، را، رے، ری ''نا، نے، نی ''میں سے کسی ایک حرف کو لگا کر ہی ترجمہ کرنا ہوتا ہے۔ یہ معنیٰ ''مضاف الیہ پر جو ''ال'' لگا ہوتا ہے۔ اس کا کیا جاتا ہے۔

عید الفطر کی تعریف مع وجہ تسمیہ: اس مکمل تحقیق وتشریح اور ہندی کی چندی کے بعد ''عید الفطر'' کا صحیح معنیٰ ہوا ''منجانب اللہ ''روزہ'' کے حکم پر عمل کر لینے کے بعد اب دوبارہ کھانے پینے'' کی اجازت مل جانے کی خوشی''!

یعنی سال کے گیارہ مہینوں میں تسلسل کے ساتھ جو کھانا و پینا اللہ کی طرف سے بطور عبادت اور جسم انسانی کی تین عظیم نعمتوں ''روح، جسم اور مال'' کے اندر لگے ہوئے کیچڑوں اور وائرسوں کو دور کر کے انہیں پاک وصاف کرنے اور فطرت پر دوبارہ ایک سال کے لئے قائم اور ایکٹیو کرنے کے لئے جو منع کر دیا گیا تھا۔ اس ممانعت کے بعد دوبارہ، اللہ ہی کی طرف سے دوبارہ اجازت مل جانے اور اللہ تعالی کے حکم کی ہر حالت اطاعت کے تیار رہنے کے اظہار کے لئے بشکل عبادت اجتماعی طور پر شہر کے باہر عیدگاہ میں ''خوشی منانے'' کا نام ''عید الفطر'' ہے۔

'''عید الفطر'' یعنی افطار کی کلی اجازت کی خوشی کے لئے رمضان المبارک کے مہینہ ختم ہونے کے بعد آنے والے مہینہ ''شوال المکرّم'' کی پہلی تاریخ کو مقرر کیا گیا ہے، جو اسلامی مہینے کا دسواں مہینہ ہے۔ اس ماہ کے فضائل ومسائل وغیرہ کی تفصیل تو ''ماہ شوال'' کے عنوان کے تحت میری کتاب ''بارہ مہینوں کے فضائل ومسائل اور احکام'' میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

یہاں پر اس ماہ کی پہلی تاریخ میں رمضان کے روزوں، تراویح، سحری، افطار، صدقات زکوۃ اور فطرہ کی ادائیگی کے بعد افطار کی خوشی میں نائی جانے والی مسلمانوں کی بڑی ''عید'' کے بارے میں مجھے لکھنا ہے۔ اس لئے جانئے کہ ''شوال کی پہلی تاریخ میں منائی جانے والی ''عید الفطر'' کے دن کا دوسرا نام ''یوم الرحمۃ'' بھی ہے۔ شوال کے مہینہ کا دوسرا نام بوجہ اس میں افطار کی اجازت ملجانے کے '' شہر الفطر '' بھی ہے۔

شوال کی پہلی تاریخ کی شب ''لیلۃ الجائزہ'' اور پہلی تاریخ کی ''عید الفطر'' کے احکامات

شــوال کـے احکامات: شوال کے چاند نظر آتے ہی اللہ تعالی کی طرف سے اس میں پانچ احکامات الہیہ بندوں پر عائد ہو جاتے ہیں۔

پہـــلا: لیلۃ الجائزہ یعنی شوال مہینہ کی پہلی تاریخ کی چاند رات ر''عید الفطر'' کی رات میں انعام حاصل کرنا۔ **دوسرا**: افطار شروع کرنا۔ **تیسرا**: صدقۂ فطر نماز عید کی ادائیگی سے پہلے پہلے ادا کر دینا۔ **چوتھا**: با جماعت عید گاہ میں عید کی نماز جم غفیر کے ساتھ ادا کرنا۔ **پانچواں کام**: بحکم اختیاری شوال کے چھ روزے رکھنا۔

ان پانچوں احکامات کی منجملہ وجوہات کی تفصیل یہ ہے کہ شوال کے مہینہ کی پہلی تاریخ میں ماہ رمضان المبارک میں رکھے روزوں کی خوشی کے طور پر ''عید الفطر'' بڑے دھوم و دھام سے منائی جاتی ہے۔ اس وجہ سے شوال کی پہلی تاریخ مسلمانوں کے نزدیک بہت متبرک اور بڑے دنوں میں سے شمار ہوتا ہے۔ شوال کی اس پہلے دن کا ایک نام ''یوم الرحمۃ'' بھی ہے۔ اس لئے کہ اس دن علیم وخبیر ذات رب کائنات اپنے بندوں پر رحمتوں کا نزول فرماتے ہیں۔ ان رحمتوں میں سے ایک بڑی رحمت تو صدقۂ فطر دینا ہے۔ کیوں کہ اس صدقہ سے روزہ دار کے فطر یعنی کھانے اور پینے کی ابتدائی زکوۃ کو روزہ داروں کے رمضان میں کسی وجہ سے سرزد ہوئے لغو ولہولعب چیزوں اور انکی خطاؤں کا کفارہ اور گناہوں سے طہارت حاصل کرنے کی صورت لگا کر شیطان کی جہنم میں لیجانے والی تدبیروں سے سو فیصد بچنے اور بچانے کے احکامات پر عمل کروا کر رمضان اور اس کے احکامات کے ختم ہوتے ہی، فورا شوال کے چاند ''ہلال عید الفطر'' نظر آتے ہی فورا کہا کہ اے میرے بندوں! سنو! اب تمہارے بدن وروح دونوں کی سروس بھی ہو کر اگلے ایک سال کے لئے تمہارے بدن کا ہر پارٹس پرزے، فطری پیدائش کے طور پر نارمل ہو کر استعمال ہونے کے لئے مکمل ایکٹیو و تیار ہو چکے ہیں۔ اس لئے تراویح، سحری، اور، روزہ رکھنے کو بند کروادی۔ کھانے پینے کے لئے معمول کے مطابق اجازت دے دی۔

مغرب کی نماز ادا کرنے کے فورا بعد سے شوال کی پہلی صبح صادق تک کی خاص رات کو شعب الایمان اور بیہقی میں منقول حدیث کی روشنی میں' آسمان پر ''لیلة الجائزہ '' آسمان پر نام دے کر تمام عبادت گذار بندے اور بندیوں کو زمین پر ان کے نیک عمل اور اپنی اطاعت اور رمضان میں

احکامات پر مشقت کے ساتھ عمل کرنے کے نتیجے میں انعام واکرام دیتے ہیں۔

عربی زبان میں ''جائزۃ'' کے معنیٰ ''انعام'' کے ہے۔حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی حدیث ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کو رمضان المبارک سے متعلق پانچ خصوصیتیں ایسی عطا کی ہیں جو سابقہ امتوں کو نہیں ملی تھیں۔

(۱) : پہلی خصوصیت یہ کہ روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(۲) : روزے دار کے لئے مچھلیاں تک دعائیں کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک وہ دعائیں کرتی ہی رہتی ہیں۔

(۳) : جنت ہر روز ان کیلئے آراستہ کی جاتی ہے۔پھر حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر میری طرف آئیں۔

(۴) : رمضان میں شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں۔

(۵) : رمضان کی آخری رات (لیلۃ الجائزہ) میں روزے داروں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے حضرات صحابہ کرام نے لیلۃ الجائزہ کے بارے میں پوچھا کہ یا نبی اللہ ﷺ کیا یہ شب قدر ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ نہیں! یہ رات شب قدر نہیں! بلکہ یہ اس لئے ہے کہ کام کرنے والے کو کام پورا کرنے پر مزدوری دی جاتی ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے منقول حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص چار راتوں میں عبادت کرے گا۔اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت واجب کردیتے ہیں۔ایک: ''لیلۃ الترویۃ'' یعنی ۸/ رویں ذی الحجہ کی رات میں۔دوسری: لیلۃ العرفہ۔یعنی ۹/ رویں ذی الحجہ کی رات میں۔تیسری: لیلۃ النحر۔یعنی دسویں ذی الحجہ (قربانی) کی رات میں، اور چوتھی: لیلۃ الفطر'' یعنی عید الفطر (لیلۃ الجائزہ) کی رات میں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے موقوفاً مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ راتوں میں دعائیں رد نہیں ہوتی ہیں۔ایک: جمعہ کی شب میں۔دوسری: رجب کی پہلی شب میں۔تیسری شعبان کی پندرہویں شب میں۔چوتھی عید الاضحیٰ کی شب میں، اور پانچویں عید الفطر یعنی لیلۃ الجائزہ میں۔

یہی بات ''الترغیب والترہیب'' کتاب میں بھی منقول ہے۔ما ثبت بہ السنہ میں امام شافعیؒ سے بھی نقل ہے کہ شب جمع، شب غرۂ رجب، نصف شعبان کی شب، اور عیدین کی شب دعاء کی قبولیت کے شب ہیں۔فقہاء نے بھی عیدن کی رات میں جاگنے کو مستحب لکھا ہے۔

حضرت شیخ زکریاؒ نے فضائل رمضان میں رص: ۶۲۲/ پر حضرت ابن عباسؓ سے منقول ایک لمبی

حدیث فضائل رمضان کے عنوان کے تحت نقل کی ہیں۔جس میں اخیر میں لکھا ہے کہ ''جب عیدالفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام ''لیلۃ الجائزۃ'' (انعام کی رات'' سے لیا جاتا ہے۔جب صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں۔وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں،راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہیں پکارتے ہیں کہ اے محمد ﷺ کی امت!اس کریم رب کی درگاہ کی طرف چلو!جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف فرمانے والا ہے۔پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے۔(فرشتوں کے کہنے پر)حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو!میں تمہیں گواہ بناتا ہوں۔میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں ان کی مغفرت عطا کر دی،اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندے!مجھ سے مانگو۔میری عزت وجلال کی قسم!جب تک تم میرا خیال رکھو گے۔میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا(اور ان کو چھپاتا رہوں گا)۔میری عزت وجلال کی قسم میں تمہیں مجرموں اور کافروں کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ!تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔پس فرشتے اجروثواب کو دیکھ کر جو امت کو افطار کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔اللھم اجعلنا منھم ! آمین!

اس طرح لیلۃ الجائزہ میں عبادت کا ثواب ملتا ہے۔اسی وجہ سے کتاب وسنت سے چھان بین کر کے ''لیلۃ الجائزۃ'' میں عبادت کا ثبوت تابعین حضرات نے بھی پیش کی ہیں۔چنانچہ حضرت ابومجلزؒ کے بقول عیدالفطر(لیلۃ الجائزہ)اعتکاف والی مسجدوں میں ہی گذارنی چاہئے۔پھر صبح کو عیدگاہ کی طرف جانا چاہئے۔

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا''جس نے عیدین کی دونوں راتوں میں اللہ تعالیٰ سے اجروثواب کی امید رکھتے ہوئے عبادت میں قیام کیا۔اس دن وہ شخص مردہ نہیں ہوگا۔جس دن کہ سبھوں کے دل مردہ ہو جائیں گے۔

بقول حضرت شیخ العرب والعجم شیخ زکریاؒ کاندھلوی فتنہ وفساد کے وقت عموماً لوگوں کے قلوب پر مردنی چھا جاتی ہے۔ایسے وقت میں لیلۃ الجائزہ میں عبادت گذار لوگوں کے دل زندہ رہے گا۔اسی طرح ممکن ہے کہ صور پھونکنے والے قیامت کے دن کے بارے میں بھی ہو کہ اس وقت لیلۃ الجائزہ میں عبادت گذاروں کے دل زندہ ہی رہیں گے۔یعنی نارمل پوائنٹ پر ہی قائم رہیں

گے۔گھبراہٹ اور بے چینی و بے قراری نہیں ہوگی۔

آج کل !لوگوں میں ''لیلۃ الجائزۃ'' کوئی اہمیت نہیں ہے۔دنیاوی کسی مزدوری کرنے کے بعد مزدور مالک سے مزدوری لئے بغیر جانے کے لئے تیارنہیں۔اگرتھوڑی دیرسے مزدوری ملتی ہےتو مزدورلڑنے اورمرنے کوتیارہوجاتا ہے۔اگرخدانخواستہ مزدورمسلمان ہےتوجمعہ میں ''مزدور'' کے عنوان سنے خطبہ کو یادرکھتا ہے۔فوراً مالک کوحدیث پیش کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزدورکی مزدوری کواس کے پسینہ سوکھنے سے پہلے پہلے دے دینے کے لئے حکم فرمایا ہے۔تم مجھ سے مزدوری کرواکرمیری مزدوری دینے میں کیوں ہچکچاتے ہو! میری مزدوری ۔ مجھے فلاں فلاں ضرورتیں پوری کرنی ہیں۔

مگر رمضان کے تیس دنوں میں نیندکوقربان کر کے اٹھ کرسحری کرنے،تہجد پڑھنے،تراویح پڑھنے،دن میں روزہ رکھنےاور دیگرنفلی جانی و مالی عبادات کرنے کے باوجودلیلۃ الجائزہ یعنی عید الفطر کی رات میں خداوندقدوس ان محنت کرنے والے بندوں کی محنت کی مزدوری دینے کے لئے اعلان فرماتا ہےتو بندے اس رات میں بھی غفلت سے من موجی مستی کرر ہے مساجد سے باہر گھومتے پھرتے اورنو جوانان ویلنگ کرتے،شورمچاتے ماحول کو پراگندہ کرتے پھرتے ہیں۔

عجیب تف ہے! ہماری قوم کےنو جوانوں پرکہ وہ اس رات میں انعام لینے کے لئے مساجدکو نہیں جاتے ہیں۔بلکہ شاپنگ،رنگ رلیا، ویلنگ،شور و ہنگامے،فضولیات میں قیمتی شب کے اوقات کوگذار دیتے ہیں۔گھروں سے شیطان لعین کی جاء'' عورتیں'' بھی اتنی کثیر تعداد میں مارکیٹنگ کونکلتی ہیں کہ اللہ کی پناہ! جبکہ مارکٹ'' ابغض المکانات المباح ''میں سےسب سے بری جگہوں میں سے ایک جگہ ہے۔مارکٹ می ں عورتیں اور نو جوانان بچے بچیاں ایسی ایسی کرتوتیں کرتے ہیں کہ ان کے تعلق سےخودکو کہنے میں شرم آتی ہے۔خصوصانو جوانان لڑکےاس طرح ویلنگ اورشوروہنگامے کرتے ہیں،کھانے پرسب کےسب اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ لگتا ہے کہ اب کھانا کبھی ملے گا ہی نہیں۔شیک کباب،فال،طرح طرح کی سویاں،مٹھائیاں،وغیرہ وغیرہ بےشمار کے پکوان روڈ پرعارضی اوراصلی ودائمی ہوٹلوں میں مال کمانے والے بناتے اور مال کماتے ہیں ۔ادھر مال پھونکنے والے مال کو پھونکتے ،فضول خرچی کرتے سڑکوں کواس طرح غیرقانونی طور پرجام کردیتے ہیں کہ،جن سے سرکاری محکموں کو پولیس تعینات کرنی پڑتی ہیں۔

جبکہ دین اسلام سے بڑھ کرآفیسیل اورڈیسیپلین والا دین کوئی ہے ہی نہیں! مگرہم نے خود اپنے اخلاق وڈیسیپلین کو بداخلاقی میں تبدیل کرلی ہیں۔دین اسلام کےقوانین کی حضورﷺ

کے ذریعے رب کائنات نے اپنے جسم میں جس طرح انسٹالنگ کر کے خوشگوار ماحول بنانے کے لئے حکم دیا ہے اور جس عید کے میلے کو کفار ومشرکین کے من موجی چلن سے بچا کر خالص توحید پرستی کے ساتھ والی خوشی کا میلہ اور جمگھٹ بنا کر شریعت نے پیش کی ہے۔افسوس صد افسوس کہ انہیں کفار ومشرکین کے ہم خیال ماحول مسلم قوم کے میلے کا بھی بن چکا ہے۔

حالانکہ دین اسلام اور کفر وشرک میں فرق کرتے ہوئے اس رات کو نہایت اہمیت والی اور اپنے مقاموں خصوصا مساجد وتنہائیوں میں اپنے رب خصوصی طور پر مسجد میں جا کر مزید عبادتوں میں لگ کر اللہ سے گڑ گڑا کر اپنی پوری پوری مزدوری لے کر صبح صبح ہی ہدایات کے مطابق تیار ہو کر عیدگاہ میں علی الصباح پہنچ کر مزید انعام واکرام کو حاصل کرنا چاہئے۔

مشکوۃ شریف رص:۱۸۳ر میں حدیث منقول ہے کہ" اذا کان یوم عید هم یعنی یوم فطرهم باهی بهم ملائکته فقال ما جزاء اجیر و فی علما قالو ربنا جزاء ان یو فی اجره قال ملائکتی عبیدی و امائی قضوا فریضتی علیهم ثم خرجوا یعجون الی الدعاء و عزتی و جلالی و کرمی و علوی و ارتفاع مکانی لاجیبنهم فیقول ارجعوا قد عفرت لکم و بدلت سیاتکم حسنات قال فیرجعون مغفورا لهم ه (رواه البیهقی فی شعب الایمان ر بحواله مشکوة)۔

مطلب : اس کا یہ ہے کہ جب عید کا دن آتا ہے۔یعنی عید الفطر کا دن تو اللہ تبارک وتعالی اپنے بندوں کے بارے میں فرستوں پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے جیسا کہ حضرت شیخ زکریاؒ کے فضائل رمضان سے ابھی حدیث ابن عباس کے اخیر کے ٹکڑہ کو میں نے پیش کی کہ دیکھو! اس مزدور کی کیا مزدوری ہے بتاؤ؟ جس نے اپنا کام پورا کیا ہو۔فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! اس کی جزاء یہ ہے کہ اسے پورا پورا اجر دیا جائے۔اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے کہ اے فرشتوں! میرے بندوں اور باندیوں نے میرا اس فریضہ کے جو ان کے ذمہ لازم تھا۔ادا کر دیا۔پھر وہ عیدگاہ کی طرف نکلے دعاء کے لئے پکارتے ہوئے اور مجھے عزت وجلال اور کرم و بلندی اور بلند مرتبہ کی قسم میں ان کی دعا قبول کروگا۔پس فرماتا ہے کہ اے میرے بندوں! لوٹ جاؤ! میں نے تمہیں بخش دی۔تمہاری بدیاں نیکیوں سے بدل دی۔حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اس حال میں لوگ واپس لوٹتے ہیں کہ ان کی بخشش ہو چکی ہوتی ہے۔

بتایئے کہ "لیلۃ الجائزہ" اور اس کے بعد "عید لفطر" کی نماز واجب کی ادائیگی کے بعد اپنے رب کی طرف سے انعام اکرام حاصل کرنے اور اپنی مکمل طور سے بخشش کے پروانہ کے مل جانے کی خوشی سے بڑھ کر اور کیا خوشی چاہئے۔یہ تو مکمل خوشی ہی خوشی ہے۔

"احکام عیدین" کتاب رص:۱۴ر پر لکھا ہے کہ "عید" کی خوشی صرف ظاہری خوشی نہیں ہے۔

بلکہ اس میں روحانی اور شرعی خوشی بھی شامل ہے۔ جناب رسول مقبول ﷺ کی حدیث ہے ''لِلصَّائِمِ فَرحَتَانِ فَرحَۃٌ عِندَ الاِفطَارِ وَ فَرحَۃٌ لِقَآءِ الرَّحمٰنِ'' کہ ''روزہ دار'' کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک خوشی ''افطار'' کے وقت۔ دوسری خوشی ''اللہ تعالی ملاقات کے وقت'' جو آخرت میں ہوگی۔

اس حدیث میں اگرچہ رمضان کے دنوں روزمرہ کے روزہ کے مجاہدہ کے بعد افطار کے وقت کی خوشی کا ذکر ہے۔ مگر افطار معنی چونکہ کھانے پینے کو ہی کہتے ہیں۔ جب تیس دنوں کے ہر دن کے روزہ کے افطار کی خوشی میں فرحت و خوشی فطری ہوتی ہے تو لامحالہ اور بالیقین تیس دنوں کی مخصوص و متعین دنوں کے گذر جانے کے بعد دوبارہ گیارہ مہینوں کے تین سو تیس دنوں کے لئے افطار یعنی کھانے و پینے کے لئے منجانب اللہ اجازت مل جانے کے بعد خوشی بھی یقینی ہے۔ یہ طویل مدت کے افطار کی اجازت پر ہی اجتماعی خوشی منانا فطرت تقاضا ہے۔ انسان کے علاوہ دیگر جانور خصوصا مرغی کا بچہ انڈے سے نکلتے ہیں اپنی چونچ سے کھانے کی طرف فورا لپکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ کھانا و پینا جس طرح تمام جانوروں کی فطری ضرورت ہے اور ان کی غذا مل جانے اور نظر آ جانے کے بعد انہیں دلی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان بھی اپنی فطری عادت یعنی کھانے پینے کے مل جانے کے وقت خوشی کا اظہار کرتا ہے۔

البتہ جانوروں میں افطار کے ساتھ قدرت کی تسبیح بھی اس کی فطرت میں داخل ہے۔ وہ کھانا ملے یا نہ ملے ہر حال میں اپنے خالق کی تسبیح کرتا ہے۔ ان جانوروں کی طررح انسان کو بھی اس کے عقل و شعور کے سبب جانوروں سے زیادہ اپنے خالق کی تسبیح کرنا چاہئے تھا۔ مگر یہ اختیار صفت کے سبب اپنے اندر صفت بہیمیہ سے متأثر ہو کر صفت نورانیت کو حاصل کرنا بھول کر اللہ کی تسبیح ہر وقت نہیں پڑھتا ہے۔ اس وقت یہ جانور کے مقابلے میں بدترین مخلوق بن جاتا ہے۔

اللہ تعالی نے اسی وجہ سے انسان کو صفت بہیمیت سے ہٹا کر صفت نورانیت کے مطابق چلن رکھ کر اپنی طرف سے انعامات و پرسکون ماحول دینے کے لئے اسے اس کی فطری عادت ''افطار'' کو تیس دنوں تک روکے رکھنے کے لئے حکم دیا۔ اس حکم کی تکمیل جب بندہ یومیہ شام اذان مغرب پر افطار کی اجازت ملتی ہے تو فطری خوشی اسے حاصل ہوتی ہے۔ پھر جب یہی کھان پان کے لئے رمضان کے تیس دنوں کے گذر جانے کے بعد اگلے گیارہ مہینوں کے لئے جب اجازت مل جاتی ہے تو اس میں اسے بے حد خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس کے لئے ''عید'' کا دن مقرر کیا گیا۔ بروایت ''روح الافطار'' کتاب رص:۱۷۹ رتا ۱۸۰ رکے بیا کے مطابق عید الفطر کے دن کھانے پینے کی خوشی کے علاوہ روحانی خوشی یہ بھی حاصل ہوتی ہے کہ حکم ربانی ''روزہ'' کا عمل اللہ کی توفیق سے سلامتی کے ساتھ مکمل ہو گیا۔

عیدالفطر کی شروعات

قرآن مجید میں اللہ تعالی دوسرے پارہ کے سورۂ بقرہ/آیت نمبر ر۱۸۵/ میں ''وَ لِتُکْمِلُوالشِدَّةَ وَلِتُکَبِّرُو اللہَ عَلٰی مَا ھَدٰ اکُمْ وَ لَعَلَّکُمْ تَشْکرُونَ'' جوارشادفرمایاہے،اس میں ''وَلِتُکَبِّرُو اللہ'' جملہ سے مراد''عیدین'' ہی ہے۔زادالمعاد کتاب/ج۲/ص:۱۱۱/ پر افطار اور روزے کی تکمیل کی روحانی خوشی حاصل کرنے کی شروعات کے تعلق سے لئے لکھا ہوا ہے کہ''نمازعید'' کی فرضیت ۲/ہجری کے واقعات میں سے ہے۔حضور پرنور ﷺ کے مکہ کرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے اٹھارہ ماہ بعد''عید'' کی نماز ادا کرنے کا حکم ہوا۔

عید الفطر کی غرض و غایت اور حکمت : واضح رہے کہ دنیا کے کسی میلہ میں انسانوں کے حقوق کی حفاظت و رعایت کی حکمت والی باتیں اور عمل قطعاً نہیں پائی جاتی ہے۔عموماً اللہ تعالی کے حکم ومنشاء سے ہٹ کر عمل کرنے والی قوم کے لوگ جو خوشیاں مناتے ہیں، ان میں من موجی عمل ہوتا ہے۔من موجی عمل میں جہاں تک قدرتی عطا کردہ میموری اور عقل سے لوگ کام لیتے ہیں وہاں تک تو یک حد تک صحیح خوشی ہوتی ہے۔مثلاً طبعی فرحت کے اسباب،لباس وزینت سے آراستہ ہونا،خوشبو لگانا،ایک جگہ جمع ہوکر(میلہ لگا کر) خوشی منانا یعنی دلی فرحت کا اظہار کرنا سب صحیح ہیں۔خوشی کے موقع سے یہ تمام چیزیں ہونی چاہئے۔ان میں بھی جدت یعنی نئ نئ چیزیں ہونی فطرت کا تقاضا ہے۔قدرت نے بھی اعتدال کے سات ان چیزوں میں ممانعت نہیں فرمائی ہیں۔

لیکن جن جگہوں میں عقل انسانی اپنی حد سے باہر ہو جاتی ہیں۔ان میں انسان محض تخمینی اور اندازے اور گمان وظن سے کام لیتے ہیں۔اس مقام سے انسان خوشی میں گویا اللہ کی نافرمانی کر کے خود کی خوشی میں بھی آگ لگا لیتا ہے۔ساتھ ہی اپنے بڑوں اور متعلقین کی خوشی کو بھی اجاڑ کر دیتا ہے۔

جیسے بے جا کھیل وتماشے،ہنگامے اور شور وشغب،ڈیسیپلین کے خلاف کام وکرتوت،خودکو اور دوسروں کے تکلیف دینے والے اعمال حرکات،بے حیائی کا عمل،جسم،روح اور مال کو نقصان دینے والے کام دھام اور حرکتیں،سب کے سب غلط ہیں۔اس لئے کہ ان کاموں اور حرکتوں سے جسم انسانی،اس کے مکین نورانی ''روح'' اور ان دونوں کے قائم رکھنے والے ستون''مال'' میں نقصان ہوتا ہے۔ان کو ضائع کرنا ہوتا ہے۔

حالانکہ عقل انسانی کی قدرتی میموری اپنی حد میں انسان کے ان کاموں اور حرکتوں کو کھلے طور پر ’’غلط ہیں‘‘ کا مشورہ اور فتوی دیتی ہے۔ پھر بھی انسان عقل کے فتوے کو نہیں مان کر محض خوشی کے عمل کے اظہار کو ترجیح دینے میں مشغول رہتا ہے۔

وجہ اس کی عقل کا الٰہی کنکشن ’’شیطانی جورو کنکشن‘‘ ہے۔ اسی حکمت کے تحت غار حرا میں اس دنیا میں جو آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر ماہ شوال میں سورہ ’’اقرا‘‘ کا جو قانون نازل کیا تھا، اس قانون میں اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو ’’عمل‘‘ کرنے سے پہلے ’’اقراء‘‘ یعنی ریسرچ کرنے اور آنکھ کے کیمرہ سے تحقیق کر لینے اور احساس و عقل کے تھرمامیٹر سے اندازہ اور پوائنٹ معلوم کر لینے کو اپنے دستور یعنی قرآن مجید یعنی اپنے کلام وہدایات ’’باسم ربك الذی خلق‘‘ کے لنک کے ساتھ کرنے کا حکم دیا۔ جس کا صاف صاف یہی مطلب ہے کہ ’’عقلی‘‘ عمل کے بعد بہت سارے کام عقل سے باہر والے کام میں عقل ساتھ چھوڑ دے گی۔ ایسی جگہوں میں عقل مانے یا نہ مانے۔ عقل تذبذب میں پڑ جائے یا شک پیدا کرے، تم کلام الٰہی کی بیٹری کے ہدایات سے عقل اور عمل دونوں کو لنک لگا لو، جوڑ لو۔ تجھے عقل کے بعد والے درجے کے کاموں میں الٰہی صحیح راہنمائی مل جائے گی اور تم درست کام کر کے پرسکون اور صحیح معنوں میں خوشی حاصل کر سکو گے!

اسی لئے مسلمان اور مؤمن قوم کو اللہ تعالی نے حکم دیا کہ تم روزہ، تراویح یعنی دستور الٰہی کے قوانین کو یاد کر لینے اور سن سنا لینے کے بعد، راتوں میں سحری کھا پی کر اللہ کے حکم کے مطابق عمل کر کے اللہ سے گریہ وزاری اور اپنی عاجزی کر لینے کے بعد، یومیہ تیس دنوں تک روزہ کے حکم پر عمل کر کے رب کی اطاعت کر لینے اور افطار کی خوشی حاصل کر لینے کے بعد اب اجتماعی طور پر ایک جگہ جمع ہو کر فطرت انسانی کے موافق میلہ لگا کر بھی دستور الٰہی کے مطابق اس طرح خوشی کا عمل کرو کہ اس میں تمہارے اور تمہارے بھائیوں کے اور آس پاس کے جمع ہونے والے تمامی لوگوں کے ’’جسم، روح، مال‘‘ کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔

وجہ عید الفطر : یاد رہے کہ پوری دنیا کے لوگ اپنے لئے کوئی نہ کوئی دن عید کے مقرر کر رکھے ہیں۔ حضرت انسؓ سے منقول حدیث ہے۔

عَنْ اَنسٍؓ قلالَ قَدِمَ النَّبِیُّ ﷺ الْمَدِ ینَةَ وَلَهُمْ یَمَانِ یَلعَبُونَ فِیهِمَا فَقالَ مَا هٰذَ انِ الْیَومَانِ قَالواكُنَّا نَلعَبُ فِیهِمَا فِی الْجَاهِلِیَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ اَبدَ لَكُمُ اللّٰهُ بِهِمَا خَیرًا مِنهُمَا یَومَ الاَضحٰی وَ یَومَ الاَفِطُرِ ’’(ابو داؤد شریف)!

یعنی ابو داؤد شریف میں حدیث منقول ہے کہ رسول مقبول ﷺ جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے گئے تو وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ سال میں دو دِن کھیلتے ہیں یعنی خوشی اور عید مناتے

ہیں۔(اس میں خوب زیب و زینت سے شہر سے باہر نکلتے ہیں)اس میں لہولعب اور کھیل کود کرتے ہیں۔ مَا ھٰذَ ان الْیَومَانِ تمہارے یہ دودن کیسے ہیں؟(اس پر ان اہل مدینہ نے) ''قَالوا کُنَّا الخ'' کہا کہ ''ہم ان دودنوں میں کھیل کود کرتے ہیں۔تب حضورﷺ نے فرمایا ان دنوں کے عوض اللہ تعالیٰ نے تمہیں یوم عید الفطر اور یوم عید الاضحیٰ عطا فرمائے ہیں''۔

دیکھئے! حضورﷺ نے اپنی قوم کو خوشی کرنے منع کرنے کے بجائے خوشی کرنے کے لئے حکم دیا۔اسی لئے ایک حدیث میں یہ بھی منقول ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا ''لِکُلِّ قَومٍ عِیدٌ وَ ھٰذَا عِیدُ نَا'' کہ ہر قوم کے لئے خوشی کا دن ہے۔ہماری قوم کے لئے بھی یہ یعنی عید الفطر کا دن خوشی کا دن ہے۔پھر عید گاہ جا کر اجتماعی طور پر آپﷺ نے عید کی نماز پڑھائی اور تربیتی خطبہ دیا!

غنیۃ الطالبین ر ج ۲ ر ص: ۱۸ ر کے حوالے سے ''فضائل رمضان'' کتاب مؤلفہ علامہ فقری میں نقل ہے کہ اس دن کا نام ''یوم راحمۃ'' بوجہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر رحمت نازل کرنے ہے۔اسی دن اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو ''شہد'' بنانے کا الہام کیا تھا۔اسی دن اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا فرمائی۔اسی روز اللہ تبارک وتعالیٰ نے درخت ''طوبیٰ'' پیدا فرمایا۔اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل امینؑ کو وحی کیلئے منتخب فرمایا۔اسی دن فرعون کے جادوگروں نے توبہ کی تھی۔ان امور کے لحاظ سے مسلمانوں کے لئے یہ دودن خوشی کے لئے نہایت موضوع ہیں۔

کافـــروں کی خوشی کے طریقے اور اسلامی حکم : حضور نبی کریمﷺ نے اپنے خطبہ میں مدینہ کے مشرکین اور یہود ونصاریٰ کی عید منانے کے طریقوں میں صرف کھیل ہوتا تھا۔من موجی اور مفاد پرستوں کے مفاد کے تحت انہی کی خیالی پلاؤ والا رویہ اختیار کیا جاتا تھا۔جس سے عام جاہل لوگ بھٹکے ہوئے تھے۔مفاد پرست لوگ اپنے مفاد کو حاصل کر رہے تھے۔ان میں توحید ورسالت نہیں تھی۔ان سے خالق حقیقی کی تعریف نہیں ہوتی ہے۔لوگ بتوں کو سجدہ کر کے انہی سے منتیں مانگتے اور اپنی ضرورتوں کو مانگتے ہیں۔مخلوق کو خالق کے مقابلے میں لا کھڑا کر کے اللہ کی طرف سے عطا کردہ تین عظیم نعمتیں ''جسم، روح اور مال'' کو محض نقصان پہنچا رہے ہیں۔تب آپﷺ نے اپنے ماننے والے مسلم قوم کو خوشی منانے کے صحیح الٰہی طریقہ بشکل عید الفطر بتایا۔آپﷺ چاہتے تو مسلمانوں کو خوشی منانے سے منع بھی کر سکتے تھے۔مگر آپ نے لوگوں کو خوشی منانے سے منع نہیں کیا۔بلکہ اس کے خوشی کے عمل کے طریقے کو الٰہی قانون میں بدل دی۔تبلیغ کی یہی حکمت عملی ہے۔

دراصل! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی صفت کے مطابق اصل فطرت کو باقی رکھتے ہیں۔کیوں کہ چیز اپنی تخلیقی صفت سے ہٹ نہیں سکتی ہے۔اس لئے کہ جیسی خمیر ہوگی۔ویسی ہی اس چیز کا اظہار ہوگا۔

جیسے آٹا گوندھنے وقت اگر نمک ڈالا جائے تو روٹی پکنے کے بعد نمکین ہوگی۔ اگر شکر ڈالا جائے تو روٹی پکنے کے بعد میٹھی ہوگی۔ اگر چٹنی ٹال کر چٹپٹی مزاج چیزیں ڈالی جائیں تو روٹی تیز اور چٹپٹی ہوگی۔ اگر کھٹی چیز اچار وغیرہ ڈالی جائے تو روٹی کھٹی ہوگی۔ پس روٹی کس صفت کی چاہئے، وہ اس کے بننے کے وقت اور مینوفیکچرنگ کے وقت بنانے والے کو خیال کرنا ہوگا۔

چونکہ قدرت نے تخلیق انسانی کے وقت انسان کی خمیر میں حرص ولالچ، مفاد اور خوش رہنے کی طلب صفت والی بنایا ہے۔ اس لئے اس کی فطری مزاج وصفت سے حرص ولالچ، مفاد پرستی اور خوش وخرم رہنے کو کسی قیمت پر الگ نہیں کر سکتے ہیں۔

مثلاً انسان میں مرد وعورت کے ملتے وقت ایک دوسرے سے مزہ لینے کو فطری صفت رکھا ہے۔ ترقی کرنے پر جلن فطرتاً رکھا ہے۔ شراب پینے پر نشہ فطرتاً رکھا ہے۔ آگ میں جلن فطرتاً رکھا ہے۔ پس کوئی یہ دعا کرے کہ مرد وعورت ایک جگہ رہے۔ اسے لگ نہ کرے اور ان دونوں کو تنبیہ بھی کرے۔ ان پر قانون بھی لگائے کہ دونوں محبت کی باتیں نہ کریں۔ محبت میں آگے نہ بڑھیں تو یہ فطرت کے خلاف پابندی لگانی ہے۔ یہ غلط قانون ہے۔

جیسا کہ آج کل لڑکے اور لڑکیوں کی ایک ساتھ یعنی مخلوط تعلیم حاصل کر کے ماحول کو عورت اور مرد میں مساوات و برابری کی دلیل سے جاری کیا جا چکا ہے۔ ساتھ ہی لڑکے اور لڑکیاں اپنی فطرت کے موافق عمل کو کرتے ہیں تو ان پر پابندیاں بھی عائد کی جاتی ہیں۔ یقینی طور پر ان پر یہ پابندیاں اور قوانین کا نفاذ غلط ہے۔ کیوں کہ ان قوانین پر لڑکے اور لڑکیاں آپس میں مزہ لینے سے رک نہیں سکتے۔ کیوں کہ ان کی یہ صفت خمیر میں سے ہیں۔ یہ ایسے ہی جیسے کہ سانپ، بچھو میں سے ڈنک مارنے کی صفت کو ختم کر دینے کے لئے قوانین بنائے جائیں اور اس کے لئے کمیٹیاں تشکیل کی جائیں۔

ظاہر ہے یہ فضول اور بکواس کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ کیوں کہ سانپ، بچھو کے خلق اور مینوفیکچر رب کائنات ہیں۔ جنہوں نے ان کی تخلیق کے وقت کمپنی ہی سے کاٹنے کی صفت اس کی خمیر میں رکھی ہے۔ پس مرد اور عورت کے صفات میں سے ایک دوسرے سے تلذذ حاصل کرنا اور ایک دوسرے کے پیچھے دیوانہ ہو جانا ہے۔ اس لئے ان کے اندر سے مزہ لینے کی صفت کو ایک ساتھ چھوڑ کر "مزہ نہ لینے" کے لئے قوانین بنا کر ان پر انہیں نافذ کرنا مکمل بے وقوفی اور نادانی ہے۔ مخلوط تعلیم کا جو نتیجہ اور اس کی وجہ سے قوم وسماج میں بے راہ روی، طلاق، خلع، زنا، بدتمیزی وغیرہ جو ہو رہی ہیں وہ ظاہر و باہر ہیں۔

اسی وجہ سے خالق کائنات نے اپنی مخلوق کی صفت کو بدلنے کے بجائے اسے باقی رکھ کر، ان کی صفت کے ساتھ غلط ماحول سے جو صفت متاثر ہو کر غلط عادت لگ گئی تھی۔ اس عادت کو بدلنے

کے لئے طریقے بتلائے ہیں۔

''تبلیغ''کا مطلب ،خطابت بیانات کا مطلب کسی کی خمیر و صفات خاصہ کو بدلنا نہیں ہے۔ بلکہ ان کے صفات میں جو عارضی عادتیں کسی وجہ سے لگ گئی ہوتی ہیں۔ان عادتوں کو بدلنے کا حکم دیا جاتا ہے اوراس کے طریقے کو بتلائے جاتے ہیں۔پس شرابی کے اندر شراب پینے کی صفت نہیں ہے۔ بلکہ یہ اس کے اندر اس کے غلط ماحول سے متأثر ہو جانے کی وجہ سے عادت الگ گئی ہے۔اس لئے اس کی عادت کو آہستہ آہستہ چھڑانے کے لئے ترکیب بتلائی گئی۔

علی ہذالقاس جلن،آگ وغیرہ کی صفتوں کو بدلی نہیں جاتی۔ بلکہ ان کے استعمال کے صحیح الہی طریقے بتائے جاتے ہیں۔اسی طرح انسان میں''خوشی'' حاصل کرنے کی صفت اس کی خمیر میں ہے۔اس کے برخلاف غم میں رہنے کی صفت اس کی خمیر میں نہیں ہے۔اسی وجہ سے ناسمجھ بچے بھی فطرتا خوش رہنے کو پسند کرتے ہیں۔اسے غم کیا چیز ہے۔ پتہ نہیں ہوتا۔لیکن جب فطرت کی اس صفت کے خلاف جب اسے تکلیف کسی وجہ سے پہنچتی ہے تو وہ چلتے ہیں اور چلا کر یہ اعلان کرتے ہیں کہ اور میرے والدین اور بڑے! آؤ! مجھے تکلیف سے بچاؤ۔میرے مزاج وصفت کے موافق عمل کردو! چنانچہ بچے کو چاکلیٹ اوراس کے خوش ہ وجانے والا کوئی کام جب کر دیا جاتا ہے تو وہ خوش ہوکر خاموش ہ وجاتا ہے۔اگر چلانا اس کی صفت میں ہوتی تو ہر وقت چلاتے ہی رہتا۔

معلوم ہوا''چلانا اورغم وحزن وملال'' یہ صفت نہیں یا تو عادت ہے یا کسی عارضی تکلیف کا اثر ہے۔مگر''خوش رہنا،خوشی منانا'' یہ تخلیقی طور پر فطرتا ہے۔اسلئے ہر انسان فطری طور پر خوشی منانے کو پسند کرتا ہے۔اسی وجہ سے کسی کام کے بن جانے پر،کسی تکلیف کے دورہ وجانے پر،انسان خوشی مناتا ہے۔مثلا بچے کی ولادت پر خوشی مناتا ہے۔مٹھائیاں بانٹتا ہے۔اظہار خوشی کے کئی کام کرتا ہے۔امتحان میں پاس ہو جانے پر خوشی مناتا ہے۔ بہر حال خوشی منانا یہ انسان کے لئے قدرتی تخلیقی طور پر ایک صفت خاصہ ہے۔

جب رسول مقبول ﷺ مدینہ منورہ پہنچے اور ہجرت کے دوسال ہو گئے تو ۲ ہجری کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے اہل مدینہ کو دونوں سال دیکھا کہ لوگ سال میں دو بار اجتماعی طور خوشیاں مناتے ہیں۔عید کرتے ہیں۔مگر ان کی عیدوں میں توحید کے خلاف شرکیہ عمل ہوتا تھا۔من موجی کام ہوتا تھا۔ بے حیائیاں ہوتی تھیں۔عورتیں بے پردہ ناچتی ،گاتی اور ڈانس کرتی تھیں۔ایک دوسرے سے ناروا سلوک کے ساتھ گانے بجانے کے ساتھ ناروا سلوک کرتے تھے۔عورتوں اور لڑکیوں عزت کو نیلامی کر کے مزہ لیتے اور سماج میں فساد کو جنم دیتے تھے۔زنا عام ہور ہا تھا۔ایک کے لئے مزہ ہوتا تو سامنے والے اور کمزوروں کے لئے ہتک عزت ہوتی تھی۔ایک گالی دے کر مزہ لیتا تھا تو دوسرا گالی سنکر مغموم ورنجیدہ ہوتا تھا۔

اس کی بہترین مثال غیر مسلموں کی ''ہولی'' کا تہوار ہے۔جس میں کتنی تکلیف ایک مہذب اور سنجیدہ قسم کے انسان کو ہوتی ہے۔کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔اس تہوار کے چکر میں کیس مقدمے تک ہوجاتے ہیں اور معاشرت میں تعصب وفساد پھوٹ پڑتا ہے۔ایک دوسرے کے حقوق ضائع ہوتے ہیں۔مال کا بھی بے حد نقصان ہوتا ہے۔انسانی استعمال کی اور بہت ساری قیمتی چیزوں کو بجائے ان کے بروقت اور بضرورت استعمال کر کے فائدہ اٹھانے کے بےضرورت اور بے وقت اور بے محل استعمال کر کے محض نقصان ہی نقصان اٹھایا جاتا ہے۔

اسی طرح مدینہ منورہ میں بھی جب حضورﷺ ہجرت کر کے گئے تو اہل مدینہ کو ایسے طریقے سے عید مناتے دیکھا کہ جس سے ایک دوسرے کے حقوق پامال ہو رہے تھے۔بہت ساری برائیوں کو سالانہ گویا جنم دیا جا رہا تھا۔اس طرح من موجی عملوں کو رواج دیتے دیتے لوگوں میں اور اگلی نسلوں کے لئے وہ ایک مذہب بن چکا تھا۔مفاد پرست پادریوں،راہبوں اور عالموں نے مال اور جسمانی مفاد کی خاطر جان بوجھ کر من موجی طریقو اور خیالی شکلوں کی خوشیوں والے کاموں کو رواج دے کر مذہب کی شکل دے چکے تھے۔اس وجہ سے لوگ مرنے کے بعد کی زندگی کو بالکل بھول چکے تھے۔مرنے کے بعد اٹھنا ہے۔اللہ حقیقی کے حضور ایک دوسری دنیا میں پیش ہو کر اس دنیا کے اندر کئے کرتوتوں کا پورا پورا حساب وکتاب دینا ہے،یقین نہیں کرتے تھے۔اللہ تعالی کے حضور ایک دوسری دنیا میں پیش ہونا ہے۔کچھ عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔بس پیدا ہو گئے اور من موجی طور پر جتنا ہو سکے اور جس طرح ہو سکے خود کو بڑا بن کر جی لینا ہے۔کمزوروں پر سرداری کر لینی ہے۔مزہ لے لینا ہے۔اسی کے لئے لوگ تگ ودو میں تھے۔آج بھی اس خیال کے جم غفیر طبقہ موجود ہیں۔

نبی کریم محسن اعظمﷺ نے ان بہکے ہوئے لوگوں کے عقیدے کو اس طرح درست فرمایا کہ اس کی فطری صفت ''خوشی منانے'' کو منع نہیں کیا۔بلکہ اس صفت کے مطابق جو شیطانی غلط قوانین کی انسٹالنگ سے خوشی منانے کے جو غلط عادتیں اہل مدینہ نے لگا لی تھیں۔ان عادتوں کو بدل حدیث بیان فرمائی'' لِكُلِّ قَومٌ عِيدٌ وَهٰذَا عِيد نَا'' کہ ہر قوم کے لئے عید فطری ہے،تو سنو! اے لوگوں! یہ ہماری عید ہے۔یعنی ہماری عید اور خوشی بھی ایسی ہے کہ جس میں فطری تقاضے یعنی خوشی بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اللہ کی تعلیم توحید کو بھی دھکا نہیں لگتا اور اس میں اتحاد واتفاق پیدا ہوتا ہے۔ایک دوسرے کی جانی،مالی مدد ہوتی ہے۔غریبوں کا مالداروں کے مال سے سیرابی اور ضرورتوں کی تکمیل ہوتی ہے۔مالداروں کے مال میں جو غریبوں کے حقوق منجانب اللہ متعین ہیں۔وہ مال غریبوں تک پہنچ جاتا ہے۔

واضح رہے کہ غریبوں تک مالداروں کے مال میں سے ان کے حق کو لے کر پہنچا دینا،اسلامی

تعلیمات کا ایک ایسا اہم باب ہے کہ ایسی اتحاد اتفاق کی صورت کسی اور مذہب میں مثل عنقاء ہے۔اسی وجہ سے اہل مال کے لئے حضورﷺ نے حدیث بیان فرمادی ہیں کہ ''آج یعنی عیدالفطر کے دن فقراء کوسوال کرنے سے غنی کردو''۔یہ حدیث اسی بات کی طرف مشیر ہے کہ شوال کی پہلی تاریخ میں منائی جانے والی ''خوشی اور عیداسی وقت عید'' ہوگی، جبکہ امیروں سے مناسب رقم لے کر غریبوں میں تقسیم کر کے منجملہ سبھی مسلمان یکسانیت و یکجہتی کے ساتھ عیداور خوشی منائیں۔

اس طرح مالداروں کے مال بھی پاک ہوجاتا ہے۔اس میں برکتیں بھی اللہ تعالی ڈالدیتے ہیں۔غریبوں کی حالت بھی سدھر جاتی ہے۔مالداروں کی خوشی میں ان کمزوروں کی بھی برابر کی خوشی حاصل ہوجاتی ہے۔انسان اللہ کے نزدیک سب برابر ہے۔یہ مساوات کی تعلیم بھی مل جاتی ہے۔ایک دوسرے میں محبت بھی پیدا ہوجاتی ہے۔مال داروں کوغریبوں کی غربت کا پتہ بھی چل جاتا ہے۔معاشرت میں بیلنس رہتا ہے۔کسی پرظلم نہیں ہوتا۔جب مالدار اپنے مالوں سے غریبوں کے حقوق ادا کر کے ان کی ضرورتوں کو پورا کریں گے تو ظلم کون کرے گا؟ اسی طرح پیار ومحبت کا نمک نہیں بلکہ پسندیدہ جام بکتا اور بٹتا ہے، جس سے ساری قوم کے کمزور و مالدار سبھی مستفیض ہوتے ہیں۔

بتاؤ! خوشی کس چڑیے کا نام ہے؟ ایک دوسرے میں محبت کیساتھ خوشحال اور پرسکون چلن اور زندگی ہی کا نام تو خوشی ہے۔نئے نئے کپڑے غریب اور امیر سب پہن کر ایک ساتھ عیدگاہ جا کر نعرۂ تکبیر ایک ساتھ بلند کر کے چلتے ہیں تو یہ شیطان کے خلاف جلوس بھی نکالنا ہے اور اسے تنبیہ کرنا اور بتانا ہے کہ ہم سب متحد ہیں۔تمہاری شیطانی نہیں چلے گی۔ہم میں پھوٹ ڈال کر ہمارے لوگوں میں بے راہ روی اور غیرقانونی معاشرت پھیلانے کا موقع نہیں ملے گا۔

یہ ہے عیدالفطر کی حکمتیں کہ اس سے انسان کی فطری تقاضے کی تکمیل کے وقت بھی توحید اور ایمان کی روشنی کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔کسی پرظلم نہیں کیا جاتا ہے کسی کی ہتک عزت نہیں ہوتی۔کسی کی عصمت سے کھیلا نہیں جاتا۔کسی کو بے جاستایا نہیں جاتا۔اپنی نعمتوں پر اصلی رب کے لئے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔وہی سب دیا ہے اور آئندہ بھی دے گا۔اس لئے زمین پر ناک رکھ کر اسی سے صحت، عظمت، دولت، کپڑا، مال محبت، اچھی معاشرت ذلیل ہوکر مانگا جاتا ہے اور یہ اعلان ہوتا ہے کہ اگر ذلیل ہونا ہے تو صرف ایک رب کے سامنے ذلیل ہونا ہے۔بتوں، کے سامنے اور مالداروں کے سامنے اور مخلوقات ربانی کے ہیکل اور صفات عجیبہ کے سامنے نہیں۔

اسی مقصد کے لئے اللہ تعالی نے بندوں کوروزہ اور تراویح، سحری اور افطار، زکوۃ فطرے کے حکموں پرعمل کر لینے کے بعد عید کی رات میں یعنی لیلۃ الجائزہ میں پوری پوری مزدوری عطا کرتے

ہیں اوو ور صبح صبح فجر بعد پوری سماج کے لوگوں کو عید گاہ جا کر توحید کے ڈنکا بجاتے ہوئے، ایک اللہ کی بات مان کر چلتے ہوئے تھوڑی دیر نہیں اور صرف ذاتی طور پر نہیں۔ بلکہ ساری زندگی اور سب انسان مل جل کر خوشی منائیں گے۔

عید منانے کے چند الٰہی مشورے: اس لئے چند مفید اور پرحکمت مشورے دیئے!

(۱) : ''عیدالفطر'' کی نماز ایک شہر کے تمام محلوں کے لوگ مل کر ایک ساتھ جم غفیر کے ساتھ شہر کی ایک بڑی جگہ ''عیدگا'' میں جمع ہو جاؤ! اس سے تمہارے اتحاد و طاقت کا اظہار ہوگا۔ کفار و مشرکین پر رعب پڑے گا۔ اس وجہ سے وہ شیطان کی جال کو تمہاری طرف نہیں پھینک سکے گا۔ اللہ تعالی کی طرف سے عطیہ کردہ انعامات سے محروم نہیں رہ سکو گے۔ جیسے ابھی مل جل کر خوش خرم رہو۔ ہمیشہ ایسے ہی رہو گے۔ اس لئے خوشی منموجی نہیں بلکہ ایک ساتھ مل کر حاصل کرو۔

(۲) : راستے میں تکبیر بلند کرتے ہوئے جاؤ! جم غفیر کا ایک ساتھ نعرۂ تکبیر کے بلند کرتے ہوئے عید گاہ جانے سے شرک کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ مشرکین جو ایک اللہ کو چھوڑ اللہ ہی پیدا کردہ ہیکل و مفید ترین چیزوں کے صفات سے متأثر ہو کر تینتیس کروڑ خدا بنالی اور انہیں اللہ کی جگہ دے کر اسی سے اپنی حاجتیں اور ضرورتیں مانگنے لگے۔ ان کا رد ہوگا۔ تمہار تکبر کہنا گویا یہ اعلان ہے کہ اے مشرکو! تم جو غیر اللہ کی پوجا پاٹ کرتے ہو۔ یہ غلط ہے۔ اسے چھوڑ دو۔ شیطانی جال و چال کو سمجھو اور اس سے باہر آکر ایک خدا کا نعرہ اسی طرح بلند کرو۔ مانو اور کہو''الله اكبر ، الله اكبر ، لا اله الا الله والله اكبر ،الله اكبر ولله الحمد! کہ''اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ اور ہاں صحیح بات یہی ہے کہ اللہ تعالی ہی بڑی ذات ہیں۔ اللہ تعالی ہی بڑی ذات ہیں، اور اسی رب کے لئے تمام تعریفیں ہیں۔ کسی مر کر فنا ہو جانے والی چیز و مخلق کے لئے اپنی کوئی ذاتی تعریف نہیں۔ ان کی تعریفیں محض ان کے اندر اسی بڑی ذات کی طرف سے عطا کردہ ہیں، جنہیں اللہ تعالی جس سوقت چاہیں۔ سلب کر سکتا ہے۔ اس لئے تم غیروں کی طرح من موجی خوشی حاصل مت کرو۔ بلکہ توحید کو قائم رکھنے والی تکبیر الٰہی والی خوشی حاصل کرو!

(۳) : عید گاہ میں صف بنا کر ترتیب وار بیٹھ جاؤ اور وقت کے امام و رہبر کا خطبہ سنو! وہ رب حقیقی کے کلام و ہدایات یعنی قرآن مجید میں سے، جسے تم نے ابھی ابھی رمضان کے تیس دنوں کی تراویح کی نماز میں یاد کئے اور کرائے ہو۔ سنے اور سنائے ہو، اسی کلام میں سے تمہاری پرسکون زندگی گذارنے کے لئے جو مفید ترین ہدایات ہیں۔ تمہیں سنا کر اگلے سال گیارہ مہینوں تک اسے

یادرکھ کراسی کے مطابق اپنی تمام حرکتیں اور کام کرنے کے لئے دوبارہ یاد دلائیں گے۔تم اپنی خوشی اسی طرح اپنے رب کے کلام کی ہدایات کے ساتھ حاصل کرواور مناؤ!

(۴) : چوتھا حکم رب تعالی نے دیا کہ تم خوشی اللہ تعالی کے حضور دو رکعت نماز واجب کی نیت سے پڑھ کر حاصل کرو۔ بخاری شریف میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی حدیث کے شروع میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عید الفطر اور عید الاضحیٰ ے لئے عیدگاہ تشریف لے جاتے تو جس کو سب سے پہلے ترجیح دیتے وہ نماز عید ہوتی۔

عیدین کے فوائد : عیدین کے حکم میں بہت فوائد ہیں۔اول حکمت تو یہ ہے کہ تمہارا ذہن اس رب سے جڑا رہے گا۔ گویا کہ تم یہ اقرار کرو کہ جس ذات نے ہمیں عدم سے وجود میں لائی ہے۔وہ جس طریقے سے خوشی حاصل کرنے کے لئے حکم دیا ہے۔اسی طریقے سے ہم خوشی بھی منائیں گے۔ کیوں کہ اس رب کے خلاف طریقے میں یعنی من موجی طور پر خوشی حاصل کرنے میں اللہ تعالی کی ناراضگی ہے۔جس سے ہمیں سکون حاصل نہیں ہو سکے گا۔ پس اللہ تعالی نے چونکہ اجتماعیت کے ساتھ والی خوشی حاصل کرنے کا طریقہ دو رکعات نماز واجب ادا کرکے اپنے ہی سامنے جھکنے کے لئے کہا ہے۔اس لئے ہم سب اسی رب کے سامنے جھکتے اور سجدہ کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ اللہ تعالی اس خوشی کے موقع سے بھی یہ تعلیم دیتا ہے کہ مل جل کر ایک چیز کا وجود ہوتا ہے۔اس کو جانو! جیسے بدن انسانی کے پارٹس واعضاء الگ الگ ہوکر انسان نہیں کہلا سکتے ہیں۔اسی طرح انسان ذاتی طور پر الگ الگ ہوکر اپنی اپنی ضرورتیں حاصل نہیں کرسکتا ہے۔ ہر انسان کو ایک دوسرے سے کسی نہ کسی معاملے میں ضرورت پڑتی ہے۔ تکمیل ضرورت کے قواعد و قوانین کو جاننا اور سمجھ کر ان پر عمل کرنا انسانیت ہے۔اسی سے انسان خوش رہ سکتا ہے۔انسان کا نام انسان ہوسکتا ہے۔ ورنہ بکھرے ہوئے تاروں سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

یعنی نماز واجب عید الفطر انسان کو اتحاد واتفاق کے ساتھ ایک امام کو ماننے کے لئے حکم فرمایا ہے۔اپنی اپنی مرضی چلانے سے روک کر اپنے حکم " مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَھٰکُمْ فَانْتَھُوا " کہ میرا حکم جو تمہیں رسول ﷺ بتلاتے ہیں اس کو آنکھ بند کر کے لے لو اور جن چیزوں سے وہ منع کرتے ہیں۔ان سے فورا رُک جاؤ! پس عیدین کے جم غفیر کو ایک امام کے عمل شرعی کے مطابق پوچھ پوچھ کر کام کرنے کے لئے کہا ہے۔منہ بند رکھو۔ایک امام کی اطاعت کرو۔ وہ رکوع کرتے ہیں۔تم بھی چپ چاپ رکوع کرلو۔ وہ سجدہ کرتے ہیں۔تم بھی سجدہ کرلو۔ وہ قعدہ کرتے

ہیں، سلام پھیرے ہیں۔تم بھی وہی کام کرو۔جن جن جگھوں پہ ان کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ ان جگھوں پہ وہی وہی کام کرو۔جن جن جگھوں پہ نماز میں تمہیں ذاتی عمل کے لئے تسبیحات و دعاؤں کا حکم دیا ہے۔ان جگھوں پہ وہ وہ دعائیں اور تسبیحات پڑھو۔بس تم حکم کے ہر حال میں اور ہر وقت میں تابع رہو۔یہ بہت بڑی تعلیم ہے۔اس سے فساد نہیں ہوسکتا ہے۔کسی کو نقصان نہیں پہنچ سکتا ہے۔اسی طرح ایک موحد کیلئے یہی موضوع ہے کہ بندہ خوشی اور غمی ہر موقع سے اپنی زبان پر تکبیر اور عمل سے خوشی ہی کا رویہ پیش کرے۔اسی طرح ایک بندۂ مؤمن کو خوشی حاصل کرنا چاہئے۔

عید الفطر بندوں کے ساتھ اللہ تعالی کاسلوک : حضرت انسؓ سے لمبی حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب "عید" کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالی فرشتوں سے فرماتا ہے کہ انہوں نے میرا فرض ادا کیا۔پھر دعاء کے لئے نکلے ہیں۔اپنے عزت و جلال اور کرم و شان اور بلندی کی قسم میں ضرور ان کی دعاء قبول کروں گا۔پھر فرماتا ہے کہ واپس جاؤ! میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا۔پس وہ بخشے بخشائے واپس آتے ہیں۔

چنانچہ حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ اللہ تعالی فرشتوں کو جمع کرکے فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! اجیر (مزدور) کا کیا بدلہ ہے۔جس نے اپنا عمل پورا کرلیا ہو۔فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اس کا بدلہ یہی ہے کہ اسے پوری اجرت دے دی جائے۔حق تعالی فرماتے ہیں۔انہوں نے روزے رکھے تھے جو ہمارے یہاں مقبول ہوگئے۔اے فرشتوں! تم گواہ رہنا کہ ہم نے سب کی مغفرت کردی۔

عیدین کے دن کی سنتیں

عیدین یعنی عید الفطر دونوں کے آداب ایک ہی ہے۔کتاب وسنت کے مطالعہ سے عیدین کے دن ۱۳ رسنتیں ہیں۔

(۱) : صبح سویرے اٹھنا۔یہ خاص عید کے دن تو سنت ہے ہی۔ویسے رمضان میں جو سحری کے وقت اٹھ کر سحری کھانے کا حکم الٰہی ہے۔اس کے مقاصد میں سے ایک خاص مقصد انسان کی حیات میں روزانہ صبح سویرے ہی اٹھنا ہے۔مگر لوگ تیس دن اٹھنے کے بعد بھی اس کو اپنی زندگی کا معمول نہیں بناتے ہیں۔اس پر عمل کرنا چاہئے۔خاص طور سے عیدین کے دن تو ہر حال

میں صبح سویرے اٹھنا چاہئے۔

(۲) : حاجت سے فارغ ہو کر مسواک کرنا۔
ابن ماجہ شریف میں حدیث منقول ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عید کے دن کو اللہ تعالی نے مسلمانوں کی خوشی کا دن بنایا ہے۔لہذا!اس دن مسواک کرلیا کرو'۔

(۳): وضو وغسل کرنا: حضور ﷺ عیدین کے لئے عید گاہ جاتے وقت صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ عیدین کے لئے غسل فرمایا کرتے تھے۔ابن ماجہ شریف میں حدیث منقول ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عید کے دن کو اللہ تعالی نے مسلمانوں کی خوشی کا دن بنایا ہے۔لہذا! اس دن خوب غسل کرلیا کرو۔علاوہ ازیں یہ عقلی بات بھی ہے۔کوئی دنیا میں خوشی منائے اور غسل نہ کرے۔اچھی بات نہیں ہے۔اس لئے عقل کا بھی تقاضا ہے کہ پاک وصاف ہوجائے۔

(۴) : عمدہ ترین کپڑے پہننا ،اگر میسر نہ ہوں تو صاف و پاک کپڑے پہننا۔
زادالمعاد کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ آپ ﷺ عیدین کے لئے عید گا جاتے وقت بہترین لباس زیب تن کرتے تھے۔آپ ﷺ کے پاس ایک مخصوص لاس تھا، جسے عیدین اور جمعہ کے موقع پر زیب تن فرماتے تھے۔ایک بار آپ ﷺ دو سبز چادروں اور ایک بار سرخ چادر کا (بھی عید میں)استعمال فرمایا۔(مگر یاد رہے کہ آپ کی یہ چادر بالکل سرخ نہ تھی۔بلکہ اس میں سرخ دھاریاں تھیں۔جیسے یمنی چادروں میں ہوتی ہیں۔کیوں کہ بالکل سرخ اور بالکل زرد رنگ کے کپڑے استعمال کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ایک بار حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بدن پر دو سرخ کپڑے دیکھے تو انہیں جلا دینے کا حکم فرمادیا تھا۔کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ عیدین کے دن صاف ستھرے اور عمدہ ترین کپڑا استعمال کرتے تھے۔اس لئے اس دن ہر طرح کی گندگی ناخن وغیرہ تراش اراش کر پاک وصاف ہوکر اچھے کپڑے زیب تن کرنا سنت ہے۔

(۵) : خوشبو لگانا۔خوشبو حضور ﷺ کو بہت پسند تھا۔جم غفیر میں بدن سے خوشبو آنا ایک دوسرے سے قربت کا باعث ہے۔بدبودار جسم سے لوگ گھن کرتے ہیں۔اس لئے جم غفیر اجتماع عام عیدین کے دن آپ ﷺ خاص طور سے خوشبو لگایا کرتے تھے۔ابن ماجہ شریف میں حدیث منقول ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عید کے دن کو اللہ تعالی نے مسلمانوں کی خوشی کا دن بنایا ہے۔لہذا!اس دن خوشبو ہو تو لگالیا کرو۔اس لئے عید کے دن خوشبو لگانا آپ ﷺ کی سنت ہے۔

(۶): عید گاہ جانے سے پہلے عید االفطر میں کھجور یا اور کوئی میٹھی چیزیں کھانا،عید الاضحی میں بغیر کچھ کھائے جانا۔
بخاری شریف میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک عید گاہ (عید الفطر میں)نہ جاتے تھے۔جب تک کہ آپ ﷺ کھجوریں نہ کھا لیتے۔اس سے معلوم ہوا کہ عید الفطر

کے دن کھجوریں یا کوئی میٹھی چیز کھانا سنت ہے۔اسی طرح ابن ماجہ اور ترمذی شریف میں حضرت بریدہؓ سے روایت منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن بغیر کچھ کھائے عید گاہ میں نہیں جاتے تھے اور قربانی کے دن نماز پڑھنے کے بعد کھاتے تھے۔دودھ،سویاں سب اسی سنت میں داخل ہیں۔

بعض لوگ عید الاضحیٰ کے دن اور بعض لوگ عید الفطر کے دن بھی نصف دن روزہ رکھنے کو کہتے یہ غلط ہے۔عیدین کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔رسول مقبول ﷺ سے اس سلسلے میں کئی احادیث منقول ہے۔

مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ سے ترمذی شریف میں روایت منقول ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ روزہ اس دن کا ہے جب تم روزہ رکھو"عید الفطر" وہ دن ہے جس دن تم افطار کرو اور عید الاضحیٰ وہ دن ہے جب تم قربانی کرتے ہو۔حضرت زیاد بن جبیرؓ کی روایت والی حدیث میں بخاری شریف میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان منقول ہے کہ آپ ﷺ نے عید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول روایت بخاری شریف ہی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں دنوں کے روزوں کو حرام قرار دیا ہے۔حضرت ابوعبیدہؓ مولی (غلام) عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے مروی حدیث ترمذی شریف میں منقول ہے۔اس میں حضور ﷺ کا فرمان منقول ہے کہ آپ ﷺ نے عید کے خطبہ میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔کیوں کہ یہ روزوں سے افطار کا اور مسلمانوں کی عید یعنی خوشی کے دن ہی۔

نصف دن بھی نہ کھانا لازم نہیں ہے اور نا ہی یہ نصف دنوں کا روزہ ہے۔اگر شدید بھوک لگی ہو۔کھانے کی اشتہا ہو تو کھا بھی سکتے ہیں۔کیوں کہ عیدین میں روزہ رکھنا حرام ہے۔وجہ اس کی امر و حکم الٰہی افطار کرنے کا ان دنوں میں ہے۔اصل دین امر الٰہی کی اطاعت ہے۔

پس جب ان کا روزہ کے دنوں میں نہ کھانے کی حد متعین ہوئی تو نہ کھایا گیا۔جب افطار میں وقت مقرر کر کے کھانے کا حکم دیا تو وقت ہوتے ہی فطار کر لی۔اسی طرح عیدین کے دن امر الٰہی کھانے، پینے کا ہے۔اس لئے ان دنوں روزہ رکھنا اور نہ کھانا، پینا امر الٰہی کی نافرمانی ہے، جو کہ حرام ہے۔اطاعت کے خلاف عمل ہے)۔

البتہ حضور ﷺ کا عید الاضحیٰ میں سنت یہ ہے کہ آپ ﷺ عید گاہ بغیر کچھ کھائے پیئے جاتے اور واپس آ کر اپنی قربانی کے گوشت میں سے کچھ تناول فرماتے تھے۔مگر یاد رہے کہ عید الاضحیٰ میں بغیر کچھ کھائے پیئے، آپ ﷺ عید گاہ جانا، روزہ رکھنا نہیں تھا۔بلکہ قربانی کے گوشت کی فضیلت

کے سبب تھا۔اس لئے اس سنت پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

مسئلہ : نئے نئے کپڑے پہننا، سرمہ لگانا، عطر لگانا، نہانا دھونا، وضو کرنا تو سنت ہے ہی۔واضح رہے کہ اہل مال کو چاہئے کہ اپنی طرف سے زکوۃ وصدقات غریبوں کو شوال ہی میں دے دیں تاکہ وہ عید کے دن کی خوشی میں کپڑے وغیرہ سلا کر، یا خرید کر عیدین کی تیاری کر لیں اور خوشی میں برابر شریک ہو سکے۔اکثر لوگ چھبیسویں روزے کے دن یا رات میں یا اخیر عشرہ میں دیتے ہیں۔جن سے غریبوں کی عیدین میں نئے کپڑے استعمال کرنے میں دشواری پیش آتی ہے۔حضرات صحابہؓ اپنی زکوۃ شعبان ہی میں نکال کر مالی تقسیم کے جھنجھٹ سے فارغ ہو جاتے تھے۔اس سے غرباء بھی عیدین اور بلکہ کل ماہ رمضان میں اپنی اپنی ضرورتوں کو بھی پورا کر لیتے تھے۔یہی اصل طریقہ ہے۔

مسئلہ : بہتر ہے کہ آس پاس کے غرباء اور ضرورتمندوں کے لئے زکوۃ وصدقات میں سے کچھ ضروری حصے شعبان ہی میں دے دیں، اور باہر سے آنے والے مدارس کے سفیروں اور فقیروں کے لئے الگ سے نکال کر رکھ لیں اور تھوڑا تھوڑا آنے والے تمام فقیر وسفراء میں تقسیم کر دیں۔کسی کو نامراد نہ بھیجیں۔

(۷): سویرے سویرے وقت پر عید گاہ پہنچنا۔

(۸) : عید گاہ پہنچنے سے پہلے راستے ھی میں یا اس سے بھی پہلے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دینا۔

ابوداؤد اور نسائی شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر روزوں کو لغو اور بیہودہ چیزوں سے پاکیزہ کرنے والا اور مساکین کے لئے کھانے کا باعث بنایا ہے۔

احادیث میں صدقۂ فطر ادا کرنے کے تعلق سے ''فرض'' لفظ استعمال کیا ہے۔لیکن امام اعظمؒ نے اس لفظ کا معنی ''واجب'' لیتے ہوئے واضح کیا ہے کہ یہ صدقہ واجب ہے۔بعینہ فرض نہیں۔کیوں کہ فرض کیلئے دلیل قطعی سے ثبوت لازم ہے۔چونکہ صدقہ فطر دلیل ظنی سے ثابت ہے اور جو حکم شرعی دلیل ظنی سے ثابت ہو۔وہ واجب ہوتا ہے۔فرض نہیں۔اسی طرح فرض کا منکر کافر ہوتا ہے۔واجب کا منکر کافر نہیں۔اگر صدقہ فطر کو فرض مان لیں گے تو اس کے منکرین کافر ہو جائیں گے۔جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔اسی لئے فقہائے احناف واجب کو ''فرض عملی'' کہتے ہیں۔امام شافعی، امام احمدؒ، کے نزدیک فرض دلیل قطعی اور ظنی دونوں دلیلوں سے ثابت شدہ اقوال پر بولا جاتا ہے۔مگر یہ نزاع کوئی بڑا نہیں۔احکام میں احناف کی رائے فقہائے ثلاثہ سے مختلف نہیں ہے۔اس لئے صدقۂ فطر واجب ہی ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر کھجوروں کا یا ''جو'' کا ایک صاع ملت مسلمہ کے غلام آزاد، مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے پر فرض فرمایا ہے اور یہ حکم دیا کہ اس کو نماز عید کو جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔ اسی طرح ابوداؤد شریف، اور نسائی شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی حدیث میں صدقہ فطر کے ادا کرنے کی فرضیت کے حکم کے ساتھ ساتھ اس کی مقدار کے بارے میں لکھا ہے کہ کھجور ایک صاع، جو، ایک صاع، گیہوں نصف صاع، لکھا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے بصرہ کے منبر پر رمضان کے آخر میں خطبہ دیا اور فرمایا۔ اپنے روزے کا صدقہ ادا کرو۔ لیکن لوگوں کو کچھ معلوم نہ تھا۔ سنن میں حضور ﷺ سے مروی حدیث کو مؤلف زادالمعاد نے ص:۳۴۶ پر نقل کیا ہے کہ جس نے نماز عید سے قبل صدقہ فطر ادا کر دیا وہ مقبول زکوۃ ہے۔ جس نے نماز کے بعد ادا کیا تو وہ ایک عام صدقہ ہے۔ اس لئے عیدگاہ جانے سے پہلے یا راستے ہی میں اسے ادا کر دینا چاہئے۔ یہی سنت ہے۔

(۹) : عیدگاہ پیدل جانا۔ اگر مجبوری ہے۔ پاؤں میں تکلیف ہو یا موٹا پا ہو، مرض کی وجہ سے چلنا مشکل ہو تو سواری پر جا سکتے ہیں۔

(۱۰) : عیدگاہ ایک رستہ سے جائے اور دوسرے راستہ سے واپس آنا۔

ترمذی اور دارمی حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عیدگاہ کو جاتے تو ایک راہ سے جاتے اور دوسرے راہ سے واپس آتے تھے۔ اس حدیث سے حضور ﷺ کا عیدگاہ پیدل جانا اور ایک راہ سے جانا اور دوسرے راہ سے آنا کرتے تھے۔

(۱۱) : عیدگاہ جاتے وقت'' اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ ہ یہ تکبیر عیدالفطر میں آہستہ آواز سے پڑھنی اور عیدالاضحیٰ میں بلند آواز سے پڑھتے ہوئے عیدگاہ جانا۔

اسی طرح آپ ﷺ جب عیدگاہ جاتے تھے تو آگے آگے ایک نیزہ لے جایا جاتا تھا۔ جب عیدگاہ پہنچتے تو آپ ﷺ کے سامنے اسے نصب کر دیا جاتا تھا۔ تاکہ اس کی آڑ بنا کر نماز پڑھ سکیں۔ دراصل ان دنوں عیدگاہ ایک کھلا میدان تھا۔ جس میں کوئی عمارت یا دیوار وغیرہ موجود نہیں تھی۔ نمازیوں کے آنے جانے سے نماز میں فرق پڑ سکتا تھا۔ اس لئے نیزہ لے جایا جاتا اور آپ ﷺ کے سامنے اسے گاڑ دیا جاتا یعنی اس نیزہ سے ''سترہ'' کا کام بھی لیا جاتا تھا۔

عیدین میں اذان و اقامت: مسلم شریف میں حضرت جابرؓ سے مروی حدیث میں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک دو مرتبہ سے زیادہ عیدین کی نماز پڑھتے وقت، و اقامت کے پڑھی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیدین کی نماز بغیر اذان و اقامت کے

ہوتی تھی۔اسی لئے عیدین میں اذان اور اقامت نہیں کہی جاتی ہیں۔

نمازِ عیدین میں اذان و اقامت یا الصلوۃ الجامعہ وغیرہ کے الفاظ کہنے کے نہیں ہیں۔حضورﷺ کی سنت یہی ہے کہ آپ بغیر ان کلمات کو کہے عیدین کی نماز شروع فرما دیتے تھے۔حضرت جابرؓ سے مروی حدیث زادالمعاد ص:۳۷۰ پر منقول ہے کہ نبیﷺ کے ساتھ میں عید کے دن نماز میں ہوا تو آپﷺ نے خطبہ سے پہلے اذان اور اقامت کے بغیر نماز شروع کردی۔اسی طرح آپﷺ اور آپﷺ کے اصحاب بھی عیدین کی نماز سے پہلے عیدگاہ میں کوئی نفل نماز بھی نہیں پڑھتے تھے۔اس لئے عیدین کے موقع سے نمازِ عید سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں کوئی نفل نہیں ہے۔صرف نمازِ عید کی دو رکعت واجب نماز ہے۔

(۱۲) : ''عید الفطر میں نماز میں تاخیر اور عید الاضحی میں جلدی کرنی'':

حضرت ابن عمرؓ کی حدیث زادالمعاد کتاب میں منقول ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اتباع سنت کی شدت کے باعث طلوعِ شمس سے قبل ہی گھر سے نہ نکلتے اور گھر سے نکلتے ہیں سیدھے عیدگاہ تک ہی تکبیر کہتے جاتے۔عید الفطر کے بعد چونکہ کوئی خاص عمل نہیں ہے۔لیکن عید قرباں میں ایک خاص سنت ابراہیمی عمل ''قربانی'' کرنی ہے۔اس لئے عید الفطر میں عید کی نماز جلدی ادا کرنی چاہئے اور عید الاضحیٰ کے موقع سے عید قرباں کی نماز جلد ادا کر کے قربانی کے خاص عمل میں مصروف ہوجانا چاہئے۔

(۱۳) : "عیدین کی نماز کا عید گاہ میں ادا کرنا":

عیدین کی نماز عیدگاہ میں پڑھنی چاہئے

آج کل عید کی نماز دیہاتوں اور قریوں میں بھی لوگ ہر ہر محلے کی مسجدوں میں پڑھنے لگے ہیں۔یاد رہے کہ عیدگاہ میں جمِ غفیر اور اژدہام کثیر کے ساتھ عید کی نماز ادا کرنی سنت نبویﷺ ہے۔جو لوگ عیدگاہ نہیں جاتے ہیں اور اپنے ہی محلے کی مسجدوں میں عید کی نماز کے لئے انتظام کر لیتے ہیں۔وہ امت محمدیہﷺ میں ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر تفریق ڈال رہے ہیں۔دنیا میں ہر چیز اپنا صحیح ور موضوع نام پانے کے لئے اپنے پارٹس سے اتحاد کا محتاج ہے۔خود انسان کے وجود کی مثال بھی ایسی ہی ہے۔اس کے ہر پارٹس اس کے جسم سے اگر متحد نہ ہوں تو الگ الگ ہوکر انسانی پارٹس انسان نہیں، بلکہ انسان کے پارٹس کہلائیں گے۔انسان نہیں کہلائیں گے۔اس لئے لازم ہے کہ انسان کو انسان نام دے کر پکارنے کے لئے اس کے بدن کے ہر پارٹس کا مناسب

جگہوں میں ایک دوسرے سے منسلک اور جڑنا لازم ہے۔

ٹھیک اسی طرح سماج میں ''دین اسلام'' اور اس کے ''فالووَر'' یعنی ماننے والوں کے وجود صحیح کے لئے سماج کے ہر ہر فرد کا ایک دوسرے سے ''اتحاد'' میں رہنے سے ''دین اسلام'' اور اس کے ماننے والے، یعنی اہل اسلام'' کیلئے خوشحال معاشرت وجود ہوگی۔ نیز اہل باطل کنارہ کش ہو کر مرجھائے اُلو بنے رہیں گے۔

اسی غرض سے رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہمیشہ عید کی نماز ''عیدگاہ'' ہی میں ادا کی۔ زاد المعاد کتاب رص: ۳۶۸ر پر لکھا ہوا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں مدینہ منورہ میں عید گاہ مدینہ کے شرقی دروازہ کے پاس تھی۔ آپ ﷺ نے اسی میں ہمیشہ عید کی نماز پڑھی ہیں۔

البتہ صرف ایک بار جبکہ بارش ہو رہی تھی تو آپ ﷺ نے عید کی نماز مسجد نبوی ﷺ میں ادا کی تھی۔ آپ ﷺ کے دور مبارک میں مدینہ منورہ میں عید گاہ مدینہ کے شرقی دروازہ کے پاس تھی۔ یہ وہی عیدگاہ ہے۔ جہاں حاجیوں کا محمل رکھا جاتا ہے۔

اگر کوئی کہتا ہے کہ کسی جگہ کے مجبور ولاچار لوگ جو عیدگاہ نہیں جا سکتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے مسجدوں میں انتظام کر دیا گیا تو اس میں حرج نہیں۔ لیکن موجودہ دور میں یہ وجہ بھی نا قابل قبول ہے۔ اس لئے کہ ایک دم سے ایسا بھی نہیں ہے کہ ایک محلّہ میں صرف بوڑھے ہی بوڑھے اور لاچار ہی لوگ ہوں۔ آج کل تو سواریوں کی خوب سہولتیں ہیں۔ ہر طرح کے لاچار لوگ عیدگاہ پہنچ سکتے ہیں۔ اس لئے جس طرح ایک سال حضور ﷺ نے مدینہ میں ''بارش'' کی قدرتی مجبوری کے سبب مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھی، اسی طرح کہیں پر ''بارش'' یا حکومتی طور پر کسی سختی یا وبائی امراض کے پھیل جانے کے سبب جیسا کہ کرونا کا ''ہوا'' کھڑا تھا، ایسے مواقع اور خاص مجبوری کے تحت ہی کسی سال مجبورا مسجدوں میں یا کہیں ی پر عید پڑھ لی جائے تو حرج نہیں۔ باقی نارمل اوقات میں عیدگاہ میں ہی عیدین کی نماز ادا کرنی چاہئے۔ اس کے علاوہ مساجد میں ادا کرنے کی گنجائش شرعا نہیں ہے۔

کہیں پر آپسی اختلافات کے سبب، امامت کے جھگڑے کے سبب، ذاتی یا کسی اور خاندانی تعصب کے سبب محلّہ کی مسجدوں میں عیدین کی نماز پڑھ جا رہی ہے تو ان جگہوں کے لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہئے اور قبر وحشر کی زندگی کو یاد کرنا چاہئے۔ ذاتی تعصب، خاندانی تعصب، خصوصا بہار میں شیخ جولا ہے اور دیوبندی بریلوی وغیرہ فرقوں، خاندانوں، جماعتوں کو سبب بنا کر لوگ عیدین کے عنوان کی غرض وغایت کو بالکل غارت کر دیئے ہیں۔ جبکہ کالے کو گورے پر، اور ذاتی فرقوں کی تقسیم کے خلاف رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے اپنے آخری خطبہ میں بڑی تاکید سے امت کو

نصیحتیں فرمائی تھیں۔

مگر آج امت محمد ﷺ ہی ذات و پات اور سناتنی بھید بھاؤ، برہمنی نظریات، اور اعلی و دنی میں نسل آدم کو تقسیم کر کے بحیثیت انسان کے انسانوں میں فرق کر دیا ہے۔ جبکہ رب کائنات جل و اجل نے فرمادیا ہے ''اِنَّ اَکرَمَکُمۡ عِندَ اللہِ اَتۡقٰکُمۡ'' کہ تم میں مکرم اور باعزت وہ ہے جو تم میں متقی، پرہیزگار اور اپنے رب کے حکموں کی اطاعت کے والے ہیں۔ اس آیت و دفعہ رُبانی کے پیش نظر کسی خاص ذاتی صفات کے پیش نظر انسانوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ کسی کو کمتر اور حقیق اور ذلیل نہیں سمجھا جائے گا۔ قدرت کے نزدیک سب برابر ہیں۔ سب قیمتی ہیں۔ سبھوں کے اندر ایک نہ ایک ہنر، ا اور گن وصفت رکھی ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ دوسرے انسانوں کے لئے مفید ہیں۔ اسی لئے ہر ایک کو ایک دوسرے سے ضرورت پڑ سکتی ہے۔

غور کیجئے۔ ایک بھنگی نہ ہوتا تو پاخانہ کون صاف کرتا! باتھ روم کون دُھوتا۔ مالدار تو اپنے مال و عیاشی کی سیٹھی میں اپنے پاخانہ کو بھی صاف کرنے سے گھن کرتے ہیں تو ان کے لئے بھنگی کا ہونا اور بھنگی کی ''بھنگی پن'' صفت ہوا یک قیمتی چیز ہے۔ اسے مال داروں کو سمجھنا چاہئے۔ ہاں! رب کائنات کے نزدیک فرق صرف تقوی کی بنیاد پر ہے۔

اسی وجہ سے حضرت آدمؑ اور مائی حوا یعنی پاروتی جی/درگا مائی اور ان کے شوہر شنکر جی/برہما جی/کے بیٹے قابیل/قائن اور اس کی سگی بہن اقلیما/جب غیر شرعی کام کر کے تقوی کے خلاف عمل کی اور حضرت آدمؑ دونوں میاں بیوی ہندوستان سے عرفات اور دمشق تک جا کر پانچ سالوں تک ان دونوں کو دین متین کی طرف گھر واپسی کے لئے کوششیں کیں۔

مگر ان بدقسمتوں نے ایک نہ سنی۔ تب اللہ تعالی نے ان دونوں کو دھتکار دیا۔ یہاں تک حضرت آدمؑ نے ان کے بعد ایک نیک فرزند حضرت شیثؑ کو مرتے وقت نصیحت کر دی کہ ان لوگوں سے اور ان کی اولادوں سے بھی میل جول بالکل نہ رکھنا اور ان سبھوں کو میری قبر تک بھی آنے مت دینا۔

اسی طرح حضرت نوحؑ کے بیٹے کنعان حضرت نوح والی الٰہی شریعت کو نہ مانا تو نوح کی سنامی اور سیلاب وطوفان نوحؑ میں غرق ہو گیا۔ حضرت نوّح/منو نے شفقت پدری کے سبب اللہ سے اپنے بیٹے ''کنعان'' کو بچا لینے کے لئے درخواست کی تو حضرت نوحؑ کو اللہ تعالی نے ڈ ڈ ڈانٹ پلائی ''اِنَّـهٗ لَیسَ مِنۡ اَهلِكَ'' کہ اے نوح/منو! وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ اس لئے اسے غرق ہونے دو۔

ایک جگہ پر اللہ تعالی نے قرآن مجید میں کہا ہے'' اَلَاوِلَادُ فِتنَۃٌ'' کہ اولادیں محض فتنہ ہیں۔یعنی ان کے ذریعے اللہ اپنے بندوں اور والدین طبہ کے لوگوں کو محض امتحان اور آزمائش کرتے ہیں کہ ان کی محبت میں پھنس کر اپنے خالق حقیقی سے محبت کم کر دیتا ہے یا انہی کی محبت میں غرق ہوکر، ان کی بے راہ روی اور غیر شرعی اعمال کر کے جہنم رسید ہو جاتے ہیں۔

اسی لئے رب کائنات نے حضرت نوح ؑ کو تنبیہ کی کہ دنیا آزمائش کی جگہ ہے۔والدین محض اس دنیا میں آنے کے لئے ذریعہ اور راستہ ہیں۔کامیابی محض نیک اعمال اور ایمان و عمل کی بنیاد پر ملے گی۔اے نوح ؑ! تم تو پیغمبر ہو ان کامیابیوں کی وجہ کو لوگوں کو بتلانے آئے ہو! تم پھر کیسے نسلی کشش کے تحت نافرمان اولاد کو ''اولاد'' کہتے ہوں۔اصل اولاد شریعت کے فالو کرنے والے لوگ ہیں۔اس لئے یہ جو کشتی میں تیرے ساتھ ہیں دراصل یہ تیرے ماننے والے لوگ تیری اولادیں ہیں۔کنعان تیری اولاد اور اہل میں سے نہیں ہے اگر ہوتا تو وہ تیری اور میری مانتا! اس لئے اسے ڈوبنے دو! چنانچہ وہ ڈوب گیا۔

اسی طرح حضرت ابراہیم ؑ نے شریعت کے ہی پیش نظر اپنے والدین کو سمجھا سمجھا کر جب تھک گئے تو اللہ کے حکم سے ان کو چھوڑ کر عراق سے فلسطین کی طرف ہجرت کر گئے۔جبکہ والدین کو چھوڑ کر دوسرے ملک بیزار ہو کر جانا شرعاً غلط تھا۔لیکن یہ غلط نہیں، بلکہ حکم الٰہی تھا۔اسی لئے حضور ﷺ نے بھی فرمایا ہے'' لَا طاعَۃَ لِمخلُوق فِی معصِیَۃِ الخَالِق'' کہ مخلوق کی فرماں برداری خواہ، وہ والدین یا رشتے دار یا کوئی بڑے ہی کیوں نہ ہوں، جب خالق حقیقی کی مخالفت ہو رہی ہو تو نہیں کی جائے گی۔

ایسی بہت سی مثالیں پیغمبران ؑ، صحابہ کرام ؓ، تابعین ؒ و تبع تابعین ؒ اور آج تک کے سلسلہ وار اہل اسلام کے بزرگ ترین لوگوں کی ہیں، جن کے شرعی حکم پر عمل کرنے سے واضح ہے کہ ان لوگوں نے الٰہی قانون'' ان الحکم الا للہ '' کہ ''حکم صرف اللہ کا چلے گا۔'' پر سختی سے عمل کر کے سماج میں سے برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے، اور ایک اور نیک معاشرت کی تشکیل کی خاطر صالحین بندوں نے اپنے غیر شرعی افعال و مزاج رکھنے والے والدین،، رشتے دار، خاندان اور دیگر بڑے بزرگوں کی نافرمانی کی اور اللہ کی فرماں برداری کی۔یعنی اَطِیعُو اللّٰہ وَ اَطِیعُو الرَّسُولَ وَ اُولِی الامرِ منکم'''' پر سختی سے عمل کیا۔اس لئے واضح رہے کہ اصل اسلام ''محض اطاعت الٰہی'' ہے۔اس دائرہ سے سارے احکامات الٰہیہ لنک ہے۔والدین کی اطاعت ہو یا کسی کی فرماں برداری، سبھی اطاعت ربانی سے ہٹ کر حرام اور بے دینی ہیں۔یہ سب من موجی اور خیالی چلن اختیار کرنے کے نتائج ہوتے ہیں۔

آج جو سماج و معاشرت میں ماحول خراب ہے، وہ قابیل و اقلیما اور کنعان بن نوحؑ وغیرہ ہی منموجی اور الٰہی احکامات کی نافرمانی کے اعمال کی نقل کرنے کے سبب ہے۔ چنانچہ پوری دنیا میں جو برا ہے۔ وہ بالکل ماحول ظاہر و باہر ہے۔ انہی ماحول کی درستگی کی خاطر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رمضان کے مہینے میں اپنے قیمتی احکامات کرنے کے لئے حکم فرمایا۔

پھر ان احکامات پر عمل کر کے اپنے آپ کو فرماں بردار ثابت کرنے والے لوگوں کے لئے ''عیدین'' کی خوشی عطا فرمائی۔ ان میں بھی اطاعت الٰہی کے ہی اسباق سکھائے اور خوشی منانے کے الٰہی طریقے سکھائے اور بتلایا کہ خوش مزاج رہنا غلط بات نہیں۔ بلکہ صحتمند زندگی کے لئے ایک ٹانک کی طرح ہے۔ مگر ٹانک بھی وہ استعمال کرو جو ایکسپائر اور خراب نہ ہوں۔ یعنی اللہ کے حکم کے مطابق عیدین مناؤ!

اس لئے عیدین کی نماز اللہ اور اس کے فرمان و منشاء کے عین مطابق ہر حال میں مسلمانوں کو ''عیدگاہ'' میں ہی ادا کرنی چاہئے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ لوگ ایسا نہیں کر رہے ہیں۔

علاوہ ازیں افسوس اس بات پر بھی ہے کہ بعض علاقوں میں ایک جماعت کے لوگ بھی آپسی نزاعی کو اتنا ہوا دے چکے ہیں کہ محلّہ وار عیدین کی نمازیں ادا کی جا رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی رعبداری، شان و شوکت، اتحاد و اتفاق، اجتماعیت بالکل ختم ہو چکی ہے۔

غیر لوگ جنہیں عیدین کے اجتماع و جم غفیر کو دیکھ کر مسلمانوں کے شرعی معاملات میں دخل اندازی کی ہمت مر کر ''اُلو'' بن کر خوف زدہ رہتے تھے اور دین اسلام اور اہل اسلام سے چھیڑ چھاڑ کی انہیں قطعاً ہمت نہ ہوتی تھی۔ وہی لوگ آج جہاں پر مسلمانوں کو پاتے ہیں، جس طرح پاتے ہیں، بلکہ محلوں اور گھروں میں گھس گھس کر گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے ہیں۔ مگر قوم کے سولہ مہاجن پیدوں کے سرداران اعلیٰ اور دانشوران قوم و ملت کا احساس تک نہیں ہے۔

فتــــوی : اس لئے قوم مسلم کو جان لینا چاہئے کہ تمام فرقوں کے معتمد ترین مفتیان عظام کا متفقہ فتوی ہے کہ عیدین کی نماز بغیر کسی شرعی مجبوری کے عام مساجد میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ایک گاؤں اور شہر کے تمام لوگوں کو اس شہر کے عیدگاہ میں ہی سنت کے موافق جا کر عیدین کی نماز پڑھنا واجب ہے۔ اس کے خلاف کرنے والے تمامی لوگ گنہگار اور عنداللہ جوابدہ ہوں گے۔

عیدین کا وقت : فضائل رمضان کتاب مؤلفہ علامہ فقری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن بسرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم اشراق کے وقت عید الفطر کی نماز پڑھنے سے

فارغ ہوجاتے!

اس حدیث کی روشنی میں عیدالفطر کی نماز کا وقت آفتاب (سورج) کے اچھی طرح نکل آنے یعنی ابتدائے طلوع آفتاب میں جو سورج میں زردی ہوتی ہے، اس کے ختم ہوجانے کے بعد جبکہ سورج پر نظر ٹھہر نہ سکے، اور اچھی طرح روشنی شروع ہوجاتی ہے، اس وقت سے شروع ہوکر دو پہر زوال سے پہلے پہلے تک رہتا ہے۔ اس کی مقدار فقہاء نے طلوع آفتاب کے ایک نیزہ کی مقدار بلند ہوجانے کو بتلایا ہے۔ عموماً سمجھئے کہ عیدالفطر کا وقت طلوع آفتاب کے دو گھنٹے بعد ہوتا ہے اور عیدالاضحیٰ کا وقت طلوع آفتاب کے ڈیڑھ گھنٹے بعد ہوتا ہے۔

عیدالاضحیٰ کی نماز کے تعلق سے حدیث مروی ہے: اسی طرح حضرت ابوحویرثؓ کے بقول رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزمؓ کو جبکہ وہ نجران میں تھے لکھا کہ عیدالاضحیٰ میں عجلت کریں اور عید الفطر میں تاخیر کریں اور لوگوں کو نصیحت کریں۔ (شافعی)

مسئلہ: عیدالفطر کی نماز شوال کی پہلی تاریخ کو علی الصباح سورج نکلنے کے دو گھنٹے بعد پڑھی جائے گی۔

مسئلہ: اس حدیث کی دلیل سے ذی الحجہ کی سویں تاریخ کو سورج نکلنے کے ڈیڑھ گھنٹے بعد (مگر بوجہ قربانی ذرا جلدی) پڑھی جائے گی۔

مسئلہ: عیدین کی نمازیں واجب ہیں۔ اس کا تارک فاسق ہے۔

مسئلہ: عیدین کی نماز کے صحیح ہونے کے لئے بالکل وہی شرائط ہیں جو جمعہ کی نماز کے لئے شرطیں مقرر ہیں۔

مسئلہ: عیدین اور جمعہ کے خطبہ میں دو فرق ہیں۔ پہلا یہ کہ جمعہ میں خطبہ نماز سے پہلے ہے۔ عیدین میں خطبہ نماز عیدین کے بعد ہے۔ دوسرا یہ کہ عیدین میں خطبہ فرض اور شرط ہے۔ اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ مگر عیدین میں خطبہ فرض نہیں۔ بلکہ سنت ہے۔

مسئلہ: جمعہ کی طرح عیدین کا خطبہ سننا بھی واجب ہے۔ نہ سننے پر گناہ ہوگا۔

مسئلہ: جمعہ اور عیدین تینوں کے خطبوں میں بولنا، چالنا، نماز پڑھنا وغیرہ سبھی حرام ہیں۔

مسئلہ: حضرت جابرؓ سے نسائی شریف میں روایت منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میں نماز عید میں شرکت کی۔ آپ ﷺ نے خطبہ سے پہلے بغیر اذان و اقامت کے نماز شروع کی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو جناب بلالؓ سے ٹیک لگا کہ اللہ کی حمد و ثنا کی اور لوگوں کو نصیحت کی۔ اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت کی طرف رغبت دلائی (خطبہ دیا)۔ پھر آپ ﷺ حضرت

بلالؓ کے ساتھ خواتین میں تشریف لائے اور عورتوں کو تقوی اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور انہیں پندو نصائح فرمائی۔

مسئلہ : اس حدیث کی روشنی میں نماز عیدین میں عورتوں کو شامل ہونا جائز ہے۔مگر موجودہ زمانہ میں فتنے کے سبب فقہاء نے منع فرمایا ہے۔

عیدین کے رکعتیں و عید گاہ میں نفل: بخاری شریف میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر کی دو رکعتیں پڑھیں۔نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کوئی نفل پڑھے۔اس حدیث کی دلیل ہے ''عید الفطر اور عید الاضحیٰ'' دونوں نمازیں دو دو رکعتیں ہیں۔اسی طرح عید گاہ میں نماز عیدین سے پہلے اور بعد کوئی نفل نماز نہیں پڑھی جائے گی۔

مسئلہ : نماز عید سے پہلے گھر میں بھی نفل مکروہ ہے۔

مسئلہ : نماز عیدین کے بعد گھر میں آکر پھر نفل پڑھنا جائز ہے۔مکروہ نہیں۔

مسئلہ : نماز عید اگر چھوٹ گئی تو چھوٹ گئی۔اس کی قضا نہیں۔تنہا پڑھنا بھی نہیں ہے۔کیوں کہ نماز عیدین میں ''جماعت'' شرط ہے۔

مسئلہ : جو شخص نماز عیدین میں شریک ہوا مگر کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد اور خراب ہوگئی ۔وہ بھی اس نماز کی قضا نہ کرے۔بس اپنی کوتاہی اور بدنصیبی پر استغفار کرتے ہوئے ملال کرے۔

عیدین کی قضاء :

مسئلہ : نماز عید چھوٹ گئی۔اس کے ساتھ ایک جماعت اور بہت سے افراد کی جماعت رہ گئی تو اب وہ کسی میدان میں یا عید گاہ میں ہی منبر سے ذراہٹ کر اپنی نماز عید پڑھ سکتے ہیں۔

مسئلہ : نماز عید چھوٹ گئی۔اس کے ساتھ ایک جماعت اور بہت سے افراد کی جماعت رہ گئی تو اب وہ کسی میدان میں یا عید گاہ میں ہی منبر سے ذراہٹ کر اپنی بعد کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

مسئلہ : کسی عذر سے عیدین پہلے دن نہ پڑھ سکے تو عید الفطر کی نماز دوسرے دن پڑھ سکتے ہیں۔اس کے بعد نہیں پڑھ سکتے ہیں۔اسی طرح سے عید الاضحیٰ کی نماز ۱۲/ویں ذی الحجہ تک مقررہ وقت پر پڑھی جاسکتی ہے۔

مسئلہ : یوم الشک یعنی انتیسویں کے دن چاند نکلنے کی خبر معلوم نہ ہوئی۔اس وجہ سے تیسویں دن کا روزہ رکھ لیا گیا۔مگر تیسویں رمضان کو زوال کے بعد معلوم ہوا کہ انتیسویں کو پختہ شہادت سے معلوم ہو گیا کہ چاند نکل گیا تھا،تو اب افطار کر لینا چاہئے۔یہ روزہ نہیں ہوا۔

عیدین کی نماز کا طریقہ

(۱) : **نماز عیدین کی عربی نیت** ۔ نَوَیتُ اَنْ اُصَلِّیَ رَکعَتَیِ الْوَاجِبِ صَلٰوۃَ لِعِیدِ الْفِطرِ مَعَ ستِّ تَکبِیرَاتِ وَّاجِبَۃٍ"۔ **اردو نیت** : میں نے نیت کی دو رکعات واجب نماز عید کی چھ واجب تکبیروں کے ساتھ، پیچھے اس امام کے، منہ میرا قبلہ شریف کی طرف!

(۲) : نیت کے بعد نماز کے اندر کی تکبیر اصلی "اللہ اکبر"! کی تکبیر کہتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو بالکل سیدھی آسمان کی طرف اور ہتھیلیوں کو قبلہ رخ کر کے دونوں انگوٹھوں سے دونوں کانوں کی لو تک ملا کر دونوں ہاتھوں وناف پر یا اس سے ذرا نیچے باندھ لیں۔

(۳) : ہاتھ باندھ کر" سُبحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰـہَ غَیـرُکَ ہ پڑھیں۔ اس دعاء کا نام "ثنا" ہے۔ یعنی اللہ کی تعریفی کلمات"۔ نماز میں اس کے پڑھتے وقت لفظ "ثنا" نہ پڑھیں۔ کیوں کہ وہ اس دعاء کا نام ہے۔ عموما لوگ ہاتھ باندھ کر اس دعا سے پہلے "ثنا" بھی پڑھتے ہیں۔ یعنی یوں کہتے ہیں" ثَنا سُبحَانَکَ الخ... یہ غلط ہے۔

(۴) : ثنا کے بعد تین مرتبہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر (تکبیر زائد) کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے۔ ہر تکبیر کے کہتے وقت تین مرتبہ اطمینان سے "سبحان اللہ" کہنے کے برابر توقف (دیری) کرے۔

(۵) : تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں۔ (تکبیر اصلی اور پہلی کے بعد یہ چار تکبیریں پہلی رکعت میں زائد ہوئیں)۔

(۶) : اب امام "اعوذ باللہ الخ" اور" بسم اللہ الخ "کے ساتھ سورۂ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھیں گے۔ مناسب ہے کہ سنتی سورہ سورہ اعلی یا سورۂ ق پڑھیں۔ مقتدی بغور سنیں۔ کچھ قرأت نہ کریں۔

(۷) : قرأت مکمل ہو جانے کے بعد نماز کی تکبیر اصلی کہتے ہوئے، اب رکوع میں جا کر رکوع کی تسبیح امام و مقتدی دونوں پڑھیں۔

(۸) : رکوع کی تسبیح "سُبحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیمُ" پڑھ لینے کے بعد اب قومہ یعنی سیدھے کھڑے ہو کر قیام کر کے پھر سجدہ میں جا کر دو سجدے کریں اور دونوں کے بیچ میں تھوڑی دیر بیٹھیں اور سجدے میں، سجدے کی تسبیح" سبحان ربی الاعلی" پڑھے۔

(۹) : دوسرے سجدہ کے بعد دوسری رکعت کے لے سیدھے تکبیر اصلی کہتے ہوئے کھڑے ہوکر سیدھے ہاتھ باندھ لیں۔امام دوسری رکعت کی قرأت اور فاتحہ کے بعد سورۃ کی قرأت کریں گے۔بہتر ہے کہ مسنون سورۃ،سورۂ غاشیہ یاسورۂ قمر پڑھیں۔

(۱۰) : دوسری رکعت کی قرأت مکمل ہوجانے کے بعداب زائد تین تکبیریں کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ لے جائیں اور تینوں بار ہاتھ چھوڑ دیں۔

(۱۱) : چوتھی تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جائیں۔اس کے بعد پھر سجدہ اور قعدہ معمول کے موافق کرکے سلام پھیردے۔آپ کی عیدین کی نماز مکمل ہوگئی۔

خلاصہ : نماز عیدین میں چھ زائد تکبیریں ہیں۔پہلی رکعت میں نیت کے بعد نماز کی اصلی تکبیر کے بعد اور قرأت سے پہلے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ چھوڑ کر تین تکبیریں۔اسی طرح دوسری رکعت میں سجدہ سے سر اٹھاتے نماز کی اصلی تکبیر کہتے ہوئے کھڑے ہوکر اس تکبیر کے علاوہ قرأت کے بعد کانوں تک ہاتھ اٹھا اٹھا کر چھوڑ چھوڑ کر تین تکبیریں!

خطبۂ عیدین اور ان میں تکبیریں: نماز ختم کرکے منبر پر کھڑے ہوکر مثل جمعہ دو خطبے عربی میں دیں۔مخلوط خطبہ نہ دیں۔یعنی شروع میں عربی خطبہ پھر اردو تقریر اور بیٹھ جانا اور اس کے بعد پھر عربی خطبۂ ثانی دے کر خطبہ ختم کرنا۔یہ نماز عیدین میں ہندی علماء کا اضافہ ہے۔غلط ہے۔تاہم کسی نے مخلوط خطبہ دے دی تو نماز ہوجائے گی۔مگر اصل سنت کے خلاف ہوگی۔

مسئلہ :عیدین کے خطبے کا آغاز تکبیر یعنی ''اللہ اکبر'' سے شروع کرے۔پہلے خطبہ میں ۹/مرتبہ اور دوسرے خطبہ میں ۷/مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہے۔

مسئلہ :نماز عید کے بعد دعاء صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔لیکن جہاں رواج عام ہوگیا ہے اور اس کا روکنا فتنہ ہو تو ''الفتنة اشد من القتل / فتنہ قتل سے بھی بدتر ہے،فرمان الٰہی کی روشنی میں دعا کی جائے گی۔نزاع نہیں کیا جائے گا۔البتہ کوشش کرے کہ یہ بدعت رُک جائے۔

مگر ایسے سوچویشن میں کہ جن کے کرنے سے کوئی نقصان نہ ہوں اور فتنہ پڑ کر فساد پھوٹ پڑے تو وہاں پر'' العرف کا الشرط '' کے قاعدہ پر عمل کرتے ہوئے ''دعا'' کرلی جائے گی۔اللہ تعالیٰ دل کی نیت کو دیکھتے ہیں۔فساد کو پسند نہیں کرتے ہیں۔اس لئے ہر ممکن فساد سے بچنے کی کوشش کی جائے گی۔

عیدین میں قرأت: زادالمعاد کتاب میں/ص:۳۷۰/۱/ پر لکھا ہوا ہے کہ نماز عیدین میں پہلی رکعت میں آپ ﷺ مسلسل سات رکعات تکبیریں کہتے اور ہر دو تکبیروں کے درمیان

ایک ہلکا سا وقفہ کرتے۔تکبیرات کے درمیان آپﷺ سے کوئی مخصوص ذکر مروی نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اتباع سنت کی شدت کی وجہ سے ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ نبیﷺ جب تکبیریں ختم فرماتے تو قرأت شروع کر دیتے تھے۔یعنی سورہ پڑھتے پھر اس کے بعد سورہ ''ق'' والقرآن المجید'' ایک رکعت میں پڑھتے اور دوسری رکعت میں اقتربت الساعۃ وانشق القمر'' پڑھتے۔ بسا اوقات دو رکعتوں میں سورہ اعلیٰ اور سورہ غاشیہ پڑھتے۔ یہ صحیح طور پر مروی ہے۔اس کے علاوہ صحیح احادیث سے کچھ مروی نہیں ہے۔ جب قرأت سے فارغ ہو جاتے تو رکوع میں چلے جاتے تو تکبیر کہتے جب تکبیریں مکمل کر لیتے تو پھر قرأت (دوسری رکعت میں) شروع کرتے۔ اس طرح ہر ہر رکعت کے آغاز میں تکبیریں کہتے اور بعد میں قرأت کرتے۔

امام ترمذیؒ سے حضرت بن عبد اللہؓ بن عمروؓ بن عوفؓ سے منقول ہے کہ انہیں اپنے والد سے انہیں اپنے دادا سے روایت پہنچی کہ رسول اللہﷺ نے عیدین کے موقع پر پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں کہیں اور دوسری رکعت میں قرأت سے قبل پانچ تکبیریں کہیں، اور دوسری رکعت میں قرأت سے قبل پانچ تکبیریں کہیں۔ترمذیؒ کا قول ہے کہ میں نے محمد یعنی امام بخاریؒ سے اس روایت کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ اس باب میں اس سے زیادہ صحیح روایت کوئی اور نہیں اور میں بھی اسی پر فتوی دیتا ہوں۔

عیدین میں خطبہ: عیدین کی نماز میں نماز عیدین پڑھ لینے کے بعد حضورﷺ جب نماز مکمل کر لیتے تو فارغ ہونے کے بعد لوگوں کے مقابل کھڑے ہو جاتے۔لوگ صفوں پر بیٹھے ہوتے تو آپﷺ ان کے سامنے وعظ کہتے۔وصیت کرتے اور امر و نہی فرماتے اور اگر لشکر بھیجنا چاہتے تو اسی وقت بھیج دیتے یا کسی بات کا حکم کرنا ہوتا تو حکم فرماتے۔عید گاہ میں کوئی منبر نہ تھا۔جس پر چڑھ کر وعظ فرماتے۔نہ مدینہ کا منبر یہاں لایا جاتا، بلکہ آپ زمین پر کھڑے ہو کر تقریر کرتے۔

حضرت جابرؓ سے مروی حدیث زاد المعاد ص: ۳۷۰ پر منقول روایت میں ہے کہ نبیﷺ خطبۂ عید سے فارغ ہو کر حضرت بلالؓ کے کاندھے کا سہارا لے کر کھڑے ہو گئے اور اللہ سے ڈر نے کا حکم فرمایا۔اس کی اطاعت کے لئے رغبت دلائی اور نصیحت کی اور پھر انعامات خداوندی یاد دلائے۔مسلم شریف میں بھی حضرت ابو سعید خدریؓ سے بھی مروی حدیث میں ہے کہ آپﷺ خطبۂ عید سے فراغت کے بعد لوگوں کے سامنے نصیحت کرتے۔اس وقت خطبہ دینے کے لئے کوئی

منبر نہیں تھا۔اغلب یہ ہے کہ نبیﷺ عید گاہ میں کسی اونچی جگہ پر کھڑے ہوتے تھے۔

واضح رہے کہ عیدین میں نماز،خطبہ اور تکبیریں مقرر کرنے کی وجہ مسلمانوں کا کوئی اجتماع ذکر الٰہی ،شائر اسلام کی تعظیم سے خالی نہ رہے اور من موجی طور پر غیر اسلامی شعار و رواج کو اپنایا نہ جائے۔بلکہ خالص لوجہ اللہ خوشی بھی منائی جائے۔

عید گاہ میں منبر کے بانی : منبر کی شروعات کچی اینٹوں سے یا مٹی کا منبر ''عیدگا'' میں ''مروان''بن حکم اموی، بادشاہ نے کی۔کہتے ہیں کہ اسی نے منبر بنوایا ہے۔حالانکہ اس وقت لوگوں نے اس کی مخالفت کی تھی۔صحیحین کی روایتوں کی روشنی میں زادالمعاد کتاب کے نقل کرنے کی دلیل سے مدینہ میں اسی کی سرداری کے تحت حاکم ''کثیر بن صلت'' نے منبر بنوایا تھا۔

خطبۂ عید میں کلمات : حضورﷺ تمام خطبات کو حمد وثنائے الٰہی سے شروع فرماتے تھے۔اسی طرح عیدین کے خطبے میں آپﷺ کا تکبیر سے شروع کرنا،ثابت نہیں ہے۔سنن ابن ماجہ کے حوالے سے صاحب زادالمعاد نے ''خطبات کا آغاز حمد وثنا'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ نبیﷺ خطبہ میں کثرت سے تکبیر کہا کرتے اور عیدین کے خطبات میں تو انکی اور ہی کثرت ہو جاتی۔مگر اس حدیث میں خطبہ میں تکبیر کی کثرت کا ذکر ہے۔تکبیر کہتے ہوئے خطبہ شروع کرتے تھے۔اس کا ذکر نہیں ہے۔اس لئے یہ حدیث خطبہ کے تکبیر ہی سے شروع کرنے کی دلیل نہیں۔البتہ استسقاء کے خطبے میں بھی خطبہ تکبیر سے شروع کرنے کے تعلق سے اختلاف ہے۔علامہ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اسی پر عقیدہ رکھا جائے کہ حضورﷺ نے خطبے میں تکبیر کہی ہیں۔اسی وجہ سے امت میں تکبیر سے خطبے کے آغاز کا رواج ہو گیا ہے۔

خطبۂ عید میں کلمات: ابوداؤد شریف میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ عید کے دن کمان پر ٹیک لگا کر خطبہ دیا۔اسی طرح حضرت عطاءؒ سے مرسلا روایت ہے کہ رسول اللہﷺ جب خطبہ دیتے تو اپنے عصا پر تکیہ کرتے تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ دیتے وقت عصا رکھنا سنت ہے۔

مسائل عیدین

عیدین میں کچھ چھوٹ جانے کے مسائل :

مسئلہ : امام کے تکبیروں سے فارغ ہوکر رکوع میں چلے جانے کے وقت کوئی نماز میں آکر شریک ہوا تو گمان ہو کہ جلدی جلدی تکبیر کہ لینے کے بعد رکوع میں شامل ہو سکتے ہیں تو پہلے جلدی جلدی تکبیریں کہ لیں پھر رکوع میں شامل ہو جائے۔

اگر رکوع نہ ملنے کا خوف ہو تو فورا رکوع میں شامل ہو کر رکوع کی تسبیح نہ پڑھے۔ بلکہ قیام میں چھوٹی ہوئی واجب تکبیر ہی بغیر ہاتھ اٹھائے کہ لیں۔ اگر چھوٹی ہوئی تکبیریں پوری ہونے سے پہلے پھر امام رکوع سے قیام کی طرف قومہ میں آجائے تو امام کے ساتھ انکی اتباع کرتے ہوئے فورا قومہ کی طرف کھڑا ہو جائے۔ اب جتنی تکبیریں چھوٹ گئی ہیں۔ وہ معاف ہیں۔

مسئلہ : اگر کسی کی مکمل ایک رکعت عید کی چھوٹ گئی تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب چھوٹی ہوئی اس ایک رکعت کو پوری کرنے کیلئے کھڑا ہو پہلے قرأت کر لے۔ اس کے بعد پہلی رکعت والی چھوٹی ہوئی تکبیریں پے در پے یعنی جلدی جلدی ترتیب سے کہ لے۔ اس کے بعد رکوع، سجدہ کر کے نماز مکمل کر لے۔

مسئلہ : اگر امام صاحب ہی تکبیر بھول کر رکوع میں چلے جائیں تو واپس قیام کی طرف لوٹنا نہیں چاہئے۔ بلکہ رکوع ہی میں چھوٹی ہوئی واجب تکبیریں کہ لیں۔ اگر دوبارہ قیام کی طرف لوٹ کر تکبیریں کہیں تو بھی جائز ہے۔ یعنی نماز عید فاسد تو نہیں ہوگی۔

مسئلہ : نماز میں کسی طرح کی بھی کوئی غلطی ہوگئی تو بوجہ از دہام کثیر کے سجدۂ سہو نہیں ہے۔ معاف ہے۔ اس لئے نہیں کرنا چاہئے۔

خطبہ کے مسائل :

مسئلہ : نماز عید کے مکمل ہونے کے بعد منبر پر کھڑے ہو کر مثل جمعہ دو خطبے دینا چاہئے اور دونوں خطبوں کے درمیان اتنی ہی دیر تک بیٹھنا چاہئے جتنی دیر جمعہ کے خطبہ میں بیٹھا جاتا ہے۔

مسئلہ : عیدین کی نماز کے بعد دعاء کرنی بوجہ جم غفیر کے کتاب وسنت یعنی حضرت نبی کریم ﷺ سے اور ان کے اصحاب کریم سے ضعیف روایت سے بھی ثابت نہیں ہے۔ اس لئے دعاء کرنے سے بہتر ہے کہ دعاء نہ کرے۔ البتہ کہیں پر اس کا رواج ہو گیا ہو تو اس کو بوجہ فتنہ کے

بہشتی زیور اور بہشتی گوہر اور دیگر معتمد علمائے کرام کی حکمت عملی والا فتوی یہ ہے کہ منع بھی نہ کرے۔فتاوی دارالعلوم دیوبند میں ''دعاء مانگنا مثل تمام نمازوں کے'' لعمُومِ الأَدِلَّةِ ''یعنی اس عمل کے عموم کے سبب مستحب لکھا ہے۔اسی پر اکابر دیوبند کا عمل بھی ہے۔

نماز عیدین کے بعد دعاء :

مسئلہ : عیدین میں اگر دعاء مانگی جارہی ہے تو قبلہ رخ ہی دعاء مانگنی چاہئے۔ضروری اورعقیدہ کے طور پر دائیں یا بائیں جانب گھوم کر دعاء مانگنی نہیں چاہئے۔

نماز عیدین کے بعد مصافحہ ، معانقہ :

مسئلہ : نمازعیدین کے بعد مبارک بادی دینی،عید مبارک کہنا،مصافحہ کرنا،ایک دوسرے سے ملنا بالاتفاق جملہ علماء کے جائز ہیں۔اصل تو سلام اور مصافحہ اجنبی ے ملنے اور رخصت ہونے کے وقت مشروع ہے۔ہاں! عیدین کے بعد بوجہ جم غفیر کے اگر اجنبیوں سے بھی ملاقات ہورہی ہے تو ان سے سلام،دعا اور مصافحہ کرنا،خیر خیریت اس موقع سے لینی ادب وایمانی تقاضا ہے۔اس لئے درست ہے۔

مسئلہ : مگر شروع سے ساتھ میں رہنے والے لوگ،ایک ہی ساتھ مل کر نماز پڑھنے کے لئے جانے آنے والے لوگوں کا نماز ختم ہوتے ہی فورا سلام ومصافحہ کرنے لگنا،ایک مذاق اور سلام ،مصافحہ اور معانقہ کو انکی جگہ سے ہٹانا اور بدعت ہے۔تھوڑی سی عقل لگا کر اس مسئلہ کو سمجھنے کی کوشس کریں گے تو مسئلہ یہی سمجھ میں آئے گا کہ عیدین کے بعد ایسے لوگوں کا سلام،مصافحہ اور معانقہ بدعت ہے۔

علاوہ ازیں شریعت نے جن مواقع سے جو دفعات مقرر کئے ہیں۔ان کی خلاف ورزی بھی ،آیت کریمہ '' مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُول فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنهُ فَانْتَهُوا ''، کی دلیل سے جائز نہیں ہے۔جس میں اللہ تعالی کا حکم ہے کہ ''تمہیں تمہارے رسول ﷺ نے جو (تمہارے رب کی طرف سے پیش کردہ حکم وہدایات) دی ہیں۔بس اتنے ہی پر عمل کرو۔اس سے سرمو اور ذرہ برابر بھی نہ ہٹو اور جن چیزوں سے منع کیا ہے۔ان سے مکمل طور پر اسٹاپ ہوجاؤ۔رک جاؤ۔مت کرو'اس سے آگے اپنے دل اور من سے بالکل کچھ نہ کرو'۔

یہ اطاعت کا اعلی درجہ ہے۔اس سے ہٹ کر من موجی اور اپنے خیال کے راستے پر چلنا اور خود کا مذہب ہے۔اس میں تساہل ورخصت الگ دین بن جانے کا پیش خیمہ اور ذریعہ ہے، جو شخص اس طرح تساہل کرے گا اور اس کے لئے لاحرج کہ کر چھوٹ دے گا۔اگر کوئی نئی چیز دین میں چل پڑی تو اس پر عمل کرنے والے تمامی لوگوں کے گناہ کا بوجھ اس شخص کے سر بھی ہوگا۔فافہم وتدبر!

مسئلہ : عید کے دن سویاں کھانا پکانا، تقسیم کرنا، ایک دوسرے کو کھلانا، بلانا، دعوتیں کرنا، خوشی کے جو بھی مباح صورتیں اور شکلیں ہوں، جن پر شریعت میں ناجائز کا حکم نہیں، سب درست ہیں۔

مسئلہ : عید کے بعد جائز طور پر سیر وتفریح کرنا'' سیـرُوا فِی الاَرض'' یت کے تحت جائز ہے۔مگر فضول خرچی اور بے جا چیزیں، اسی طرح شریعت کے خلاف حرکتیں اور کھان و پان نہ کریں۔سیر وتفریح کا سفر بھی شرعی طور پر کریں۔

تنبیہ

عیدین کے بعد لوگوں کو عین شریعت کے حکم اور رمضان میں بتلائے ہوئے ترتیب اور پیش کردہ روٹین ومعمولات کے مطابق زندگی گذارنی چاہئے۔مگر اچھے پڑھے لوگ تک رمضان کے احکامات اور ان احکامات کے اوقات کی حیثیت وحقیقت کو نہیں جانتے ہیں۔جو جانتے ہیں تب بھی انجان بن کر دنیاوی عام اور خیالی چلن والوں کے ماحول کی نقل کرتے ہوئے اپنے شب وروز کو گذارتے ہیں۔

بتایئے! قرآن اور اس کے موافق رمضان کے احکامات اور ان کے اوقات کی ترتیب وسیٹنگ اسی انسان کے جسم، روح اور مال کو فطرت پر قائم رکھنے کے لئے پیش کیا گیا تھا۔مگر بندہ الٰہی پیش کردہ ان حسین قوانین وترتیب اور ضابطے کی پرواہ نہیں کرتا ہے۔ بلکہ رمضان ختم ہوتے ہی ''وہی بے ڈھنگی جو پہلے تھی اب بھی ہے'' کی مثال بن جاتے ہیں۔بس کھانے کے اوقات کی فکر نہیں، صاف وصفائی اور طہارت کی فکر نہیں، غریبوں، یتیموں کے ساتھ حسن سلوک نہیں، خونی رشتے داروں کے حقوق کی پرواہ نہیں، ''اَلاَقـرَبُ فَـاالاَقرَبُ '' قاعدہ کا کچھ معنیٰ نہیں سمجھتے ہیں۔ کاش کہ یہ لوگ میراث کے قاعدہ میں جو حق تعالیٰ شانہ وجل مجدہٗ نے اس قاعدہ کے تحت وراثت کو تقسیم کی ہیں۔اس پر غور کر لیتے تو وہ اپنے خونی رشتے داروں سے دور نہ ہوتے! بلکہ اس قاعدہ کی روشنی میں سماج میں نیک معاشرت کی تشکیل کرتے! اس کے لئے اس قاعدہ کے پیش نظر سب سے پہلے اپنے خونی اور صلبی افراد خانہ کو اسی طرح جوڑ رے اور خود بھی جڑتے جس طرح کہ پیچھے میں نے انسان کے''انسان'' نام پانے کے لئے اس کے بدن کے کل پارٹس کے آپس میں مناسب جگہوں میں مضبوطی سے سیٹنگ، فیٹنگ اور لنکنگ کا ذکر کیا۔پس یہ اس قاعدہ کے تحت پہلے

اپنے باپ کی صلبی اور ایک پیٹ کے افرادوں کو جوڑ کر اور خود بھی جڑ کر نیک بناتے اور بنتے۔اس کے بعد اپنی نیک فیملی کی معاشرت کے عین مطابق اپنے خاندان کے دیگر فیملیوں کو جوڑنے کی کوشس کرتے! پھر پڑوس کے گھروں کے فیملیوں کو جوڑتے۔پھر جب سب پڑوس کی فیملی جڑ جاتی تو محلّہ اور پھر پورے گاؤں کے لوگوں میں صدقۂ فطر اور زکوۃ کے حکم کے منشائے ربانی یعنی بُنا تحادٗ' اتفاق'' اور مل جل کر بڑی جم غفیر کے اتحاد سے دین اسلام کے مطابق اپنے دین کو بلند رکھتے!

مگر لوگوں نے''اَلاَقْـرَبُ فَـالاَقْـرَبُ'' قاعدہ پرعمل کرنا چھوڑ دیا۔من موجی اور محض ذاتی مفاد پرستی کے تعلق سے اپنی ذمہ داریوں کو نبھانا چھُر دیا۔جہاں شرعی طور پر ایک فیملی وسماج کی تشکل کے لئے''مال وجان'' کے قربانی کی ضرورت پڑتی ہے، وہاں نہایت کمزور، ناتواں، لاغر، بھکاری ظاہر کر کے لوگوں کے سامنے، والدین اور خاندان کے سامنے پیش ہوکر اپنی شرعی ذمہ داری، مثلا والدین کے اخراجات، سماج کے غریبوں کی ضروریات صدقات نافلہ اور فطرے کے منشٔ ء کے موافق اخراجات سے منہ اور سر چھپاتے ہیں۔عموما مرد طبقہ کے لوگ اپنی بیویوں کی تعصب پرست عقل کی پیروی کر کے اس طرح اتحاد سے دورہ وکر منشائے ربانی کے موافق نیکمعاشرت اور نیک ومضبوط فیملی'' کے بننے میں، سانپ کی طرح اس طرح بل میں گھستے ہیں اور پیچھے ہٹتے ہیں کہ اپنے خونی بھائی، بہنوں، بلکہ والدین تک سے دور، اور غیروں سے سرور حاصل کرنے میں لگ جاتے ہیں۔اپنوں کے حکم کی تعمیل تو در کنار، ان کی گذارش واپیل پر دور والوں سے مشورہ لے کر اپنوں سے دور ہو کر رمضان اور اس کے اختتام پر عید الفطر و بقرعید کے موقع سے عید قرباں کی ادائیگی کی غرض وغایت کو نہیں سمجھتے ہیں! مگر یہی لوگ فرمان باری تعالیٰ'' اَلَّذِينَ ضَلَّ سَعيُهُمُ فِي الـحيَوٰةِ الدُّنيَا وَهُمُ يَحْسَبُونَ اَنَّهُم يُحْسِنُونَ صُنُعًا'' پر عمل کرتے ہوئے جاہلانہ سیٹھیاپن اور گھمنڈ میں ہوتے ہوئے، خود کو نہایت باشرع اور پاک وصاف اور نیک عمل کرنے والا سمجھتے ہیں۔جبکہ قرآن کی اس آیت میں اللہ اعلان کرتا ہے کہ ترجمہ: بہت سے لوگوں کی محنتیں اور ان کے عمل اس دنیا میں محض بیکار اور ضائع ہو رہے ہیں، اور وہ بے وقوف گمان کرتے ہیں کہ ہم بہت ہی اچھا کام کر رہے ہیں''۔چنانچہ وقتا فوقتا طعنہ والے جملوں، اور بلکہ ان احادیث وآیات اور اقوال کو اچھے اور باشرع لوگوں کے حق میں پیش کرتے ہیں۔جبکہ ان احادیث وآیات کے وہ خود ہی مخالفت کرتے ہیں اور جن کے حق میں پیش کرتے ہیں۔وہی ان احادیث وآیاتت پر صحیح طور سے عمل کر رہے ہوتے ہیں۔چنانچہ ان احادیث وآیات کے پیش کرنے والوں پر یہی احادیث و

آیات ان کے پڑھنے اور پیش کرنے کے باوجود لعنت اُلٹا سمجھتے ہیں۔ جن کا ان بے وقوف اور ''سور'' دماغ کے لوگوں کو ذرہ بھی شعور واحساس تک نہیں۔ اس طرح یہ فتنہ پھیلا کر اتحاد کی باتیں کر کے خود قوم وسماج بلکہ خود اپنی فیملی اور خاندان گھروں کو سمندر کے کنارے لا کھڑا کرتے ہیں۔

یہ بدتمیز اور عقل بھکاری ''اَلاَقْرَبُ فَالاَقْرَبُ'' کے خلاف، نانا کے نانی کی دادی کے پڑپوتی کو پوتی اور اپنا خونی رشتے دار تو سمجھتے ہیں۔ ان سے اپنے مسائل احوال تو بصد شوق شیر کرتے ہیں۔ ان کو کچھ حکم کرتے ہیں اور ان کے کچھ حکموں کو تو مانتے ہیں۔ ان سے لین دین تو کرتے ہیں۔ مگر اپنے خونی رشتے دار، ایک پیٹ سے نکلے بھائی بھائی اور بہنوں سے کوئی رائے مشورہ نہیں لیتے ہیں۔ بلکہ یہ ایک پیٹ کے خونی بھائی اور بہنوں کی آواز کان میں جب پہنچتی ہے تو اس پر عمل کرنے کے لئے وہی دور سے دور، نانا کے نانی کی دادی کے پڑپوتی کو پوتی اور اپنا جانی رشتے دار، اور چچیرے پھپھیرے، محبت میں عداوت کر کے شکار کرنے والوں سے مشورہ کے بعد عمل کرتے ہیں۔

پس ان کو ان دور کے رشتے داروں کی طرف سے اپنوں کی آواز پر عمل کرنے کے لئے مشورہ ملتا ہے تو عمل کرتا ہے۔ ورنہ تو کون اور میں کون؟ نہیں جانتا ہوں! کا موڈ بن جاتا ہے۔ اس طرح ایک جسم کے پارٹس جو مل کر ''انسان'' نا ٹ پاتا ہے۔ یہ بے وقوف سور کے دماغ انسان'' جسم انسانی کے ہر پارٹس کو الگ الگ طور پر ایک ایک انسان گردانتا اور کہتا ہے۔

یعنی ان سور دماغ کے لوگوں کے نزدیک انسان'' آنکھ، کان، زبان، دماغ، ہاتھ، پاؤں، پیٹ، انتڑیاں، گردے، کڈنی، پتے، وغیرہ وغیرہ' کے اتحادی صورت وشکل کا نام ''انسان'' نہیں، بلکہ انسان کے ان جسمانی پارٹس کے الگ الگ حصے کا نام ''انسان'' ہے۔

یعنی ان کے نزدیک'' آنکھ'' مستقل ایک انسان ہے۔'' کان'' مستقل ایک انسان ہے'' زبان'' مستقل ایک انسان ہے'' دماغ'' مستقل ایک انسان ہے'' ہاتھ'' مستقل ایک انسان ہے'' پاؤں'' مستقل ایک انسان ہے'' پیٹ'' مستقل ایک انسان ہے'' انتڑیاں'' مستقل ایک انسان ہے'' گردے''، مستقل ایک انسان ہے'' کڈنی''، مستقل ایک انسان ہے'' پتے''، مستقل ایک انسان ہے، علی ھذ القیاس جسم انسانی کا ہر پارٹس ان کے نزدیک مستقل انسان ہے۔

حالانکہ یہ بالکل غلط اور انسانیت کے خلاف ہے۔ یہ سمجھدانی جہنم کی طرف اور انسانی معاشرت کی حقیقت کو اسی طرح جسم انسانی کے پارٹس کی طرح بکھیر اور منتشر کر کے رکھ دیا ہے۔ یعنی رمضان مقدس کے احکامات یعنی تراویح، سحری، روزے مل جل کر افطار اور صدقہ فطرو

زکوۃ کی غرض وغایت کوبھی بالکل منتشر کر کے رکھدیا ہے۔

بس خود کی مستی میں لوگ ہوتے ہیں۔حلال یا حرام بس کماتے ہیں۔کھاتے ہیں۔لوگوں کی مصیبتوں پرخوش ہوتے تبصرہ کرتے اور مذاق اڑاتے ہیں۔لوگوں کی ترقی پربھی جلتے اور حسد کرتے ہیں۔شکوہ شکایات کا بازار گرم رکھتے ہیں۔چغلی جاری رہتی ہے۔غیبت کام ہوتا ہے۔الزام وبہتان اہم ہوتا ہے۔

یعنی تمام روحانی جسمانی اور مالی کی جوصفائی اورطہارت کے لئے رمضان کے احکامات میں حکم دیا گیا تھا۔سبھوں کونسیا منسیا کردیتے ہیں۔اپنے دماغ کے سامنے دوسرے کے دماغ کی کوئی بات نہیں لیتے ہیں۔مشورۂ خیر کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔سوچویشن اور حالات کے تحت کے حکموں سے بالکل جاہل بنے محض جانور کی سی زندگی گذار کر ہزارہا غلطیوں کو کرتے ہوئے ان لوگوں پرانگلی اٹھاتے اورانہیں غلط کہتے ہیں جواپنا ہر ہرعمل کتاب وسنت کے موافق کرتے ہیں۔

یعنی جس طرح پیغمبروں کی پیغمبری جاہل عوام کے سامنے نہیں چلی۔اسی طرح پیغمبروں کے نائبین حضرات علمائے ربانیین کی کوئی شرعی بات نہیں چلتی ہے۔بلکہ جس طرح حضرت موسیٰؑ پرفرعون نے زبردستی ایک عورت سے زنا کا الزام لگا کر بھری مجلس میں بےعزت کرنا چاہا تھا، یا جس طرح اماں فاطمہؓ کے اوپرغیرمرد نیک صحابی صفوان بن معطل کے ساتھ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول شیطان نے الزام وبہتان لگا کر ان کی پاک دامن کو ناپاک کرنے کی کوشش کی تھی۔اسی طرح ان کے پیروکاروں کے خلاف بھی لوگ الزام وبہتان لگانے کے لئے اورخدانخواستہ ان کے گھر میں کوئی عمل مقدر کے سکندر سے پیش آ گیا تو بجائے دکھ درد میں کام آنے اورتسلی دینے کے ،حسد کی آگ کوان کے واقعہ اور حادثۂ فاجعہ سے ٹھنڈا کرتے ہیں اوراپنے شیاطین وہم خیال لوگوں میں اس کا بار بار تذکرہ کر کے مذاق اڑاتے ہیں اوراس کے حادثہ کو ہوادے کرمزہ لینے لگتے ہیں۔

حالانکہ رمضان میں روزہ،سحری،افطار تراویح کے احکامات پرعمل کروا کر، رب کائنات نے انہی سب بیماریوں کا علاج کیا تھا۔مگر''دوا'' مریض صحیح سے کھائے تب تو! یہاں تو حال یہ ہے کہ:

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لڑکے سے دوالیتے ہیں

چوری کی جس نے مال، گھر جس نے بر باد کیا
اسی منحوس کو دعوتیں کرتے دوستی رچاتے ہیں

آخر! بدنصیب کے حق میں واویلا کر کے کر ہی کیا سکتے ہیں۔خود رب کائنات نے کہا! ” لَا یکلف اللّٰهُ اِلَا وُسعَهَا لَهَا مَا کسَبت وَ عَلَیهَا مَا کتسَبَت“یعنی اللہ تعالی کسی کو اس کی طاقت سے زادہ حکم نہیں کرتا ہے۔ جو جس طرح کسب وعمل کرے گا۔اس کو اس کے عین مطابق جزا اور بدلہ ہر حال میں مل کر رہے گا۔ ولَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزرَ اُخریٰ“کوئی نہ دنیا میں ناہی آخرت میں کسی بوجھ اٹھائے گا۔

ہاں! کوئی احسان کردے تو یہ اس کی محض اس دنیا میں مرضی ہے۔آخرت میں یہ احسان بھی نہ چلے گا۔پیغمبر،ان کے نائبین صالحین بلکہ خود خدائے تعالی بھی کسی کو اس کی غلطی کو ہر حال میں درست کرلو! زبردستی نہیں کیا ہے۔محض احکامات اور نیک راہ بتلادی ہیں۔

حضورﷺ کو بھی اللہ تعالی نے بلکہ تنبیہ کردی ہیں” اِنَّكَ لَا تَهدِی مَنُ اَحبُبتَ “ کہ آپ اپنی مرضی سے جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے ہیں”اسی طرح ،ہدایتی قوانین پر زبردستی عمل کروانے کے لئے کہا”وَ مَا اَنتَ عَلَیهِمُ بِوَکِیل“ کہ اے نبیﷺ! آپ ان لوگوں پر کوئی پولس اور شرطی مقرر کر کے نہیں بھیجے گئے ہیں کہ انہیں مار مار کر آپ نیک کام کرواہی دیں! نہیں! بس آپ کا کام ارائۃ الطریق یعنی اچھے اور برے راہ اور عمل کی نشاندہی کر دینی ہے۔صحیح پیغام پہنچا دینا ہے۔اس لئے” فَذَكِّر فَاِنَّ الذِكریٰ تَنفَع المُؤمِنِینَ“ بس آپ صرف اپنی وعظ ونصیحت کو جاری رکھئے! شاید آپ کی بات ان کے دل میں اتر جائے! اور ہدایت پا جائے!

اسی روشنی میں میں تمام قارئین کرام سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ رمضان کی ترتیب کے ساتھ اپنی زندگی گذارنے کی کوشس کریں اور زکوۃ وصدقہ فطر کی غرض کے مطابق لوگوں سے قریب و بعید کے قاعدے کے ساتھ لنک رکھ کر اتحاد واتفاق کی جسمانی پارٹس کی طرح مثال قائم کر کے انسان بننے کی کوشس کریں اور لوگوں کو بھی انسان بنائیں۔بکھرے ہوئے الگ الگ پارٹس کو زبردستی ایک ایک انسان نہ سمجھیں۔یہ ناسمجھی ہے۔

اسی طرح تراویح سے سبق لے کر قرآن کریم کے دستور مضبوط کو یاد رکھنے کی کوشس کریں۔سحری سے سبق لے کر راتوں میں اٹھ کر اپنے ہر کام کو اس رب سے لنک جوڑ کر دعائیں مانگ کر کریں۔افطار کے وقت افطار کے حکم کے انتظار سے سبق لے کر روزی میں حلت وحرمت کو سمجھیں اور رب کے حکم کے موافق حلال روزی کھائیں۔روزہ سے سبق لے کر غریبوں کے دکھ درد کو سمجھیں اور صبر کریں۔